حضرت ہارونؑ اور گوسالۂ طلائی

خروج کے ۳۲ ویں باب کی تشریح

از جناب مولوی اسحٰق النبی صاحب علوی رامپور

اس مضمون سے میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ خروج کے ۳۲ ویں باب کی تاریخی واقعیت کو جوں کا توں ثابت کیا جائے۔ یا یہ یقین دلایا جائے کہ خروج کا یہ حصہ بلا کم وکاست درست ہے، بلکہ میرا مطلب صرف اتنا ہے کہ خود بائبل (جس کی وجہ سے قرآن پر اعتراض کیا جاتا ہے) ہارونؑ کی گوسالہ سازی" کے الزام سے خالی ہے

یہ مضمون اس اعتبار سے نامکمل ہے کہ اس کا نہایت ضروری حصہ "سامری" ہنوز زیرِ ترتیب ہے اس لئے میں نے ان کتابوں کی فہرست جن کے (مختلف) حوالے جگہ جگہ نظر آتے ہیں نہیں دی ہے (انشاء اللہ) سامری کے ساتھ دونوں مضمونوں کی ببلوگرافی شامل کردی جائے گی۔ (علوی)

یورپ کے بعض علمائے "اسلامیات" کا خیال ہے کہ قرآن میں دانستہ یا نادانستہ طور پر متعدد تاریخی غلطیاں راہ پاگئی ہیں جن میں سے ایک بنی اسرائیل کے مشہور طلائی بچھڑے کا واقعہ بھی ہے۔ قرآن نے بچھڑا بنانے والے کا نام "سامری" بتایا ہے۔ حالانکہ وہ بنی اسرائیل کے مشہور پیغمبر "ہارونؑ" کے علاوہ کسی دوسرے کا کام نہ تھا۔ اس اعتراض کی بنیاد بائبل کی صرف ایک آیت ہے جس کا ترجمہ مروجہ بائبلوں میں اس طرح کیا گیا ہے۔

"اور اس نے (یعنی ہارونؑ نے) ان کے ہاتھوں سے (زیور) لیا اور ایک بچھڑا ڈھال کر

اس کی صورت ڈھالی کے اوزار سے درست کی اور انھوں نے کہا کہ اے اسرائیل یہ تمھارا معبود ہے جو تمہیں مصر کے ملک سے نکال لایا۔" (خروج ۳۲ : ۴)

اسی آیت کے موجودہ ترجمہ پر معترضین کا مدارِ بحث ہے اور صرف اسی کی بنیاد پر ڈاکٹر ٹسڈل نے یہاں تک کہدیا کہ

"محمدؐ اگر روایاتِ بائبل سے زیادہ واقف ہوتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ گوسالۂ طلائی کا بنانے والا ہارون تھا۔" [۱]

دیکھنا یہ ہے کہ اس سلسلے میں ان علما کا خیال کہاں تک صحیح ہے؟ اور جو نتائج انھوں نے نکالے ہیں وہ کہاں تک حق بجانب ہیں؟ جیسا کہ ہم اوپر کہہ چکے ہیں پوری بائبل میں یہی ایک تنہا آیت ہے جو "ہارونؑ" پر اس الزام کی حامل نظر آتی ہے۔ اصولاً ہمیں صرف اسی آیت سے بحث کرنا چاہیے تھی، لیکن اس آیت کا تعلق دوسری آیتوں سے بھی ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ پورے باب پر غور کر لیا جائے تاکہ اس مسئلے کا کوئی پہلو دھندلا نہ رہے۔

سہولت کے لئے مستند ترجمے (Authoresid version) کی پرانی تقسیم کے مطابق ہر پیراگراف سے علیحدہ علیحدہ بحث کی جائے گی، تاکہ ہر آیت کا تعلق دوسری آیتوں سے معلوم ہوتا رہے اور نیز ان کے سیاقِ کلام و ربطِ عبارت کے ٹوٹنے کا خطرہ نہ رہے۔

پہلا پیراگراف [۲]

۱۔ اور جب لوگوں نے دیکھا کہ موسیٰؑ پہاڑ سے اترنے میں دیر کرتا ہے تو وہ ہارونؑ کے پاس جمع ہوئے اور اس سے کہا کہ اٹھ ہمارے لئے معبود بنا کہ ہمارے آگے چلے، کیونکہ یہ مرد موسیٰؑ جو ہمیں مصر کے ملک سے نکال لایا، ہم نہیں جانتے کہ اُسے کیا ہوا۔

۲۔ ہارونؑ نے اُن سے کہا کہ سونے کے زیور، جو تمہاری بیویوں اور تمہارے بیٹوں اور بیٹیوں کے

---

[۱] نگار جنوری فروری ۱۹۴۵ء۔ [۲] بائبل کے اردو ترجمے کی زبان اس قدر پرانی اور ناقص ہو کہ بسا اوقات صحیح مفہوم بھی سمجھ میں نہیں آتا اس لئے میں نے انگریزی نسخے کو پیشِ نظر رکھ کر اردو کی عبارت کو موجودہ اسلوبِ زبان کے مطابق کر دیا ہے۔

کانوں میں ہیں، توڑ توڑ کے میرے پاس لاؤ۔

۳۔ چنانچہ سب لوگ سونے کے زیور جو اُن کے کانوں میں تھے توڑ توڑ کے ہارونؑ کے پاس لائے۔

۴۔ اور اس نے ان کے ہاتھوں سے لیا اور ایک بچھڑا ڈھال کر اس کی صورت حکاکی کے اوزار سے درست کی اور انھوں نے کہا کہ اے اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمہیں مصر کے ملک سے نکال لایا۔

۵۔ اور جب ہارونؑ نے یہ دیکھا تو اس کے آگے ایک قربان گاہ بنائی اور ہارونؑ نے یہ کہہ کر منادی کی کہ کل خداوند کے لئے عید ہے۔

۶۔ اور وہ صبح کو اٹھے اور سوختنی قربانیاں چڑھائیں اور سلامتی کی قربانیاں گذرانیں، اور لوگ کھانے پینے کو اور کھیلنے کو اٹھے۔

خروج کے بتیسویں باب کا پہلا پیراگراف آپ کے سامنے ہے۔ اس پر مجموعی حقیقت سے بھی بحث ہو سکتی تھی لیکن ہم نے سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ مناسب سمجھا کہ تمام آیتوں پر علیحدہ علیحدہ غور کیا جائے۔

پہلی آیت | سب سے پہلے آیتِ اول کو لیجئے جو بطورِ تمہید کلام اس واقع کے سرزد ہونے کی وجہ ظاہر کر رہی ہے۔ حقیقتاً اس آیت کا تعلق ۲۵ ویں باب کی آخری آیات سے ہے، جہاں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ موسیٰؑ "ہارونؑ" اور "حور" کو اپنا نائب بنا کر پہاڑ پر چڑھے اور ایک بدلی میں غائب ہو گئے۔

اس آیت کی موجودہ عبارت کا مفہوم بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب لوگ موسیٰؑ کی واپسی سے مایوس ہو گئے تو وہ "ہارون" (ان کے نائب) کے پاس جمع ہوئے اور ایک معبود[۱] بنانے کا مطالبہ کیا جو اُن کے لشکر کے آگے چلے۔

قدیم بت پرست قوموں میں یہ رسم عام تھی کہ جب ان کی فوجیں کوچ کرتی تھیں تو ان کے دیوتا فوج کے آگے آگے چلتے تھے[۲]۔ خود بنی اسرائیل میں آخر وقت تک دیوتاؤں کی مورتیوں کی بجائے تابوتِ شہادت فوجوں کی رہنمائی[۳]

---

[۱] مستند ترجمے میں لفظ معبود جمع کے صیغے میں نظر آتا ہے یعنی gods۔ لیکن اس سے مراد ایک ہی معبود ہے (بصیغۂ واحد) Fuller on Exd XXXII

[۲] دیکھو Layard (Ninoa & its Umanns Vol II ch V. P.P. 362, 366

[۳] دیکھو...... Eney of Relay P.P. 35 Sam XVII. 45.

کرتا تھا۔ لیکن اس آیت کا مروجہ ترجمہ واقع کے اصلی خدوخال کو اچھی طرح ظاہر نہیں کرتا، اور نہ اس سے پورے طور پر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ موسیٰؑ کی عدم موجودگی میں وہ کونسی روح تھی جو بنی اسرائیل کی جماعت کو اس مطالبہ پر آمادہ کر رہی تھی؟

اس آیت کا ایک اور ترجمہ بھی ہے جو ہم کو ایک قدیم ترجمے یعنی اسپٹواجنٹ (Septuagint)[۵۱] میں نظر آتا ہے۔ واقعات کے لحاظ سے یہ ترجمہ زیادہ قابلِ قبول ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

---

۵۱ اسپٹواجنٹ ترجمہ تقریباً ۱۵۰ ق م میں مصر میں مکمل ہوا (Linda P. 10) یہودیوں کا ایک زمانے تک یہ خیال رہا کہ اس ترجمے میں تائیدِ الٰہی شامل ہے۔ لیکن جب عیسائیوں نے اس ترجمے کے بعض الفاظ سے استناد شروع کر دیا۔ تو آہستہ آہستہ اس خیال میں ترمیم ہوتی چلی گئی (Paterson)

موجودہ دور میں اس قدیم ترجمے سے بہت مفید کام لیا جا رہا ہے۔ علماء کا خیال ہے کہ اسپٹواجنٹ کے مترجمین کے پیش نظر بائبل کا جو عبرانی متن تھا وہ موجودہ متن سے بہت کچھ مختلف تھا۔ اکثر تفسیروں میں اس اختلاف کو واضح کیا جاتا ہے مثلاً Cambridge Bible میں نہایت وضاحت کے ساتھ یہ اختلافات دکھائے گئے ہیں۔ ان اختلافات کی صرف دو ایک مثالیں یہاں پیش کی جاتی ہیں جو اس وقت سرسری طور پر نکل آئیں۔

یوشع ۲۴ : ۱۰ کی موجودہ عبارت یہ ہے:۔

"لیکن میں نے نہ چاہا کہ بلعام کی سنوں اس لئے وہ تمہارے حق میں دعائے خیر کرتا رہا بس میں نے تمہیں اس کے ہاتھ سے رہائی بخشی"

اسپٹواجنٹ ترجمے میں بجائے "میں نے نہ چاہا کہ بلعام کی سنوں" یہ الفاظ ہیں۔

"اور خداوند تیرے خدا نے نہ چاہا کہ وہ تجھے تباہ کرے"

مفسر یوشع (Cook P. 216) کا خیال ہے کہ اس مقام پر اسپٹواجنٹ کے الفاظ اصلی ہیں اور موجودہ متن میں بلعام سے کیرکٹر کو ملحوظ رکھ کر تبدیلی کر دی گئی ہے (دیکھو Cambridge Bible P. 216.)

دوسری مثال ملاحظہ ہو: سیموئیل ۱۴ : ۱۸ کے موجودہ الفاظ حسب ذیل ہیں۔

"اس وقت ساول نے اخیاہ سے کہا، خدا کا صندوق یہاں لا۔ کیونکہ خدا کا صندوق اس روز بنی اسرائیل کے درمیان تھا"

لیکن اسپٹواجنٹ میں یہ عبارت اس طرح ہے۔

"اس وقت ساول نے اخیاہ سے کہا کہ افود یہاں لا۔ کیونکہ اس نے بنی اسرائیل کے روبرو اس روز افود پہنا تھا"

(باقی حاشیہ ص ۹ پر ملاحظہ ہو)

"لوگ ہارونؑ کے خلاف ۵۱ — The people Combined Against
متحد ہوئے اور اس سے کہا — "Haron" and Said Unto him,
کہ اٹھ ہمارے لئے معبود — Arise and make us gods
بنا کہ یہ مرد موسیٰ جو ہمیں — which shall go before us for
مصر کے ملک سے نکال — as for this Moses, The man that
لایا ہم نہیں جانتے — brought us out of the land of
کہ اُسے کیا ہوا۔ — Egypt we wot not what is
became of him (V.1.)

۵۲ معلوم نہیں کہ یہ ترجمہ آیت کے موجودہ عبرانی الفاظ سے کس قدر مطابق ہے؟ اگر موجودہ عبرانی الفاظ اس ترجمے کے متحمل ہو سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اس ترجمے کو رد کر دیا جائے۔ لیکن اگر موجودہ الفاظ اس قدیم ترجمے کے متحمل نہیں ہیں تو خود یہ ترجمہ اس بات کی سب سے بڑی شہادت ہے کہ مترجموں کے پیشِ نظر اس آیت کے الفاظ نہ تھے، بہت سے دوسرے مقامات پر جہاں موجودہ عبرانی متن اور اسپٹواجنٹ ترجمے میں اختلافِ مفہوم نظر آتا ہے، علمائے بائبل کی اکثر یہی رائے ہوتی ہے کہ مترجمین اسپٹواجنٹ کے سامنے جو عبرانی متن تھا وہ موجودہ متن سے کچھ مختلف تھا، اس قدیم ترجمے کے ذریعے سے بائبل کے روائیزڈ ورشن (Revesed Version) کے متن کو درست کرنے کے لئے بہت

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ حاشیہ) علمائے حال کا خیال ہے کہ اسپٹواجنٹ کا یہ ترجمہ صحیح ہے۔ اس لئے کہ اسی کتاب (اسموئل) کے ساتویں باب میں (آیت ۱، ۲) یہ بتایا گیا ہے کہ اس وقت صندوق شہادت قریۃ یعاریم میں فلسطیون کے پاس تھا، اور جب تک داؤد نے اس کو دوبارہ حاصل نہیں کیا وہیں رہا۔ (Paterson. P. 194.)

ان دو مثالوں ہی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسپٹواجنٹ ترجمہ کس قدر اہم ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ ترجمہ بہمہ وجوہ صحیح اور درست تسلیم کیا جاتا ہے علمائے بائبل ان بڑی بڑی غلطیوں سے بھی واقف ہیں جو اس ترجمہ میں پائی جاتی ہیں۔

۵۱ Henry gough (new testamant Quotations. PP. 54.

۵۲ عبرانی اور یونانی زبان سے قطعاً ناواقفیت کے باعث راقم الحروف کے پیشِ نظر صرف انگریزی کتابیں ہیں۔

مدد لی گئی ہے -

بہرحال اس قدیم ترجمے کی یہ عبارت صاف طور پر بتا رہی ہے کہ بنی اسرائیل کا یہ مطالبہ ہارونؑ کے خلاف ایک "بغاوت" تھی۔ اس بات کی مزید تصدیق یوں بھی ہوتی ہے کہ یہودی روایات کے بموجب ہارونؑ کے بہنوئی "حور" جو موسیٰؑ کی عدم موجودگی میں ہارون کے برابر درجہ حکومت رکھتے تھے، اسی مطالبے کی مخالفت کے باعث شہید کر دیئے گئے[۵۱]! ظاہر ہے کہ ان حالات میں ہم بجز اس کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ طلائی معبود بنانے کا یہ مطالبہ ہارونؑ کی مخالفت میں تھا اور ایک طرح سے بغاوت تھی۔ میکلیر (G. F. Meclean) کا گمان ہے کہ غالباً یہ تجویز بعض مصریوں نے پیش کی تھی جو اسرائیلیوں کی مخلوط جماعت میں شامل تھے۔[۵۳]

دوسری آیت اب دوسری آیت کو لیجئے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ان لوگوں نے جو ہارونؑ کی مخالفت میں جمع ہوئے تھے، ایک معبود بنانے کا مطالبہ کیا تو ان سے ہارونؑ کا مطالبہ یہ تھا کہ "سونے کے زیور جو تمہاری بیویوں اور تمہارے بیٹوں اور بیٹیوں کے کانوں میں ہیں توڑ توڑ کے میرے پاس لاؤ"

مفسرین بائبل کا عام طور پر یہ خیال ہے کہ زیوروں کا یہ مطالبہ صرف اس غرض سے کیا گیا تھا کہ شاید اسی طرح اس زر پرست قوم کا ذوقِ "صنم پرستی" سرد ہو سکے۔[۵۴]

ہم فی الحال مفسرین کی اس رائے کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ اس لئے کہ ہمارا ارادہ اس آیت نیز آیتِ ما بعد پر ایک دوسری جگہ مفصل بحث کرنے کا ہے۔ ہماری رائے میں یہ آیت ہر اعتبار سے ان اہم آیتوں میں شامل ہے جن پر پوری طرح غور کرنا چاہیئے لیکن شاید یہ مناسب ہوگا کہ اول چوتھی آیت پر جو اس پوری بحث کی روحِ رواں کہی جا سکتی ہے غور کر لیا جائے۔ اس کے بعد ان متعلقہ

---

۵۱ Josephus Ant III. 2. 4.

۵۲ Geiger - Jud & Islam P. 132, Smith Bib Dic Calf P.P. 243

۵۳ G. F. Maclear (O.T. History) P.P. 1120.

۵۴ Ingram Cobin. P. 100

آیتوں کا مفہوم سمجھنے میں دشواری نہیں ہوگی ۔ فی الحال یہاں اتنا سمجھنا کافی ہوگا کہ مفسرین کے نزدیک یہ زیور وہی تھا جو مہاجرت کے وقت بنی اسرائیل مصریوں سے لوٹ کر لائے تھے ۔ لـه

آیت کے ان الفاظ سے کہ سونے کے زیور جو تمہاری بیویوں اور تمہاری بیٹیوں کے کانوں میں ہیں" صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مالِ غنیمت کو بنی اسرائیل نے اپنی ذاتی ضرورتوں میں صرف کرنا شروع کر دیا تھا ۔ اس آیت نیز آیتِ ما بعد پر ہم (انشاء اللہ) ۲۴ ویں آیت کے ذیل میں غور کرینگے ۔

۳ سری آیت | یہ آیت فی الحقیقت دوسری آیت کا تتمہ اور چوتھی آیت کا دیباچہ ہے اس لئے علیحدہ بحث کی جگہ چوتھی آیت کے ساتھ ہی اس پر غور کرنا چاہئے ۔

۴ تھی آیت | چوتھی آیت دراصل اس پوری بحث کا مرکزی نقطہ ہے اور سچ پوچھئے تو صرف یہی ایک آیت ہے جس کی بنیاد پر ہارونؑ کی خطا کاری کا قلعہ تعمیر کیا گیا ہے، یہی وہ آیت ہے جو بیک وقت ہارون کی نبوت، قرآن کی صداقت اور خود بائبل کے عام بیانات کی تکذیب کرنے کے لئے بطور "حربہ" استعمال ہوتی ہے ۔ اس لئے قدرتی طور پر اس کے ہر پہلو کو نہایت ہی احتیاط کے ساتھ جانچنا پڑے گا ۔

آیت کے الفاظ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری اور پانچویں آیت کی درمیانی کڑی ہے اور ہم ان دو آیتوں کے بغیر اس کے صحیح مفہوم کو نہیں سمجھ سکتے ۔ اس لئے ان تینوں آیتوں کی واقعاتی ترتیب کو ذہن نشین کر لینا چاہئے ۔ جس کا حسب ذیل نتیجہ نکلے گا ۔

(الف) : لوگ سونے کا زیور ہارونؑ کے پاس لائے اور { ہارونؑ نے یہ زیور لیکر

(ب) : ایک بچھڑا ڈھالا اور اس کو حکاکی کے اوزار سے درست کیا }

(ج) : اور لوگوں نے کہا کہ اے اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے ۔

(د) : لیکن جب ہارونؑ نے یہ دیکھا تو ایک قربان گاہ بنائی اور منادی کی کہ کل خداوند (یعنی یہوداہ) کی عید ہے ۔

Al Imqran Cobin. 100

اب ان بیانوں کے تضاد کو دیکھئے۔ لوگ سونے کا زیور ہارونؑ کے پاس لاتے ہیں، اور ہارونؑ بذاتِ خود اس طلائی انبار سے ایک بچھڑا ڈھال لیتے ہیں۔ اور اس کو حکاکی[الف] کے ہتھیار سے خود درست کرتے ہیں۔ پھر بجائے اس کے کہ اختتام کار پر خود "ہارونؑ" اس بات کا اعلان کریں[ب] کہ اے "اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے" جس کی تم کو خواہش تھی! ہم دیکھتے ہیں کہ دوسرے لوگ اعلان کرتے ہیں اور اس علان کے جواب میں "ہارونؑ" کو ایک قربان گاہ بنانی پڑتی ہے اور یہ اعلان کرنا پڑتا ہے کہ کل یہواہ کی عید ہے (تاکہ لوگوں کی توجہ اس طلائی معبود سے ہٹ کر "یہواہ[۱] کی طرف مائل ہوسکے)۔

کیا ان متضاد بیانات کو یونہی نظر انداز کیا جاسکتا ہے؟ بالفرض اگر چوتھی آیت کے معنی وہی ہیں جو عام طور پر بائبل کے ترجموں میں پائے جاتے ہیں، تو پھر پانچویں آیت کا کیا مطلب ہوگا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس "گوسالہ سازی" کو دیکھکر (بطور ردِ عمل) ہارونؑ نے ایک قربان گاہ بنائی اور اسے سچے معبود یہواہ کی عید کا اعلان کیا۔ چونکہ مفسرین بائبل[ج] ان دونوں آیتوں کے باہمی تعلق کو توڑ نہیں سکتے تھے اس لئے ان کو پانچویں آیت کی تشریح میں عجیب وغریب قیاس آرائیاں کرنا پڑیں۔

بعض مفسرین[د] اس طرف گئے کہ قربان گاہ بنانا اور اعلانِ عید محض ایک تمسخر[۲] تھا جو ہارونؑ نے بیوقوف بت پرستوں کے ساتھ کیا۔ بعض نے اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز تشریح یہ کی کہ سونے کا یہ بچھڑا حقیقتاً یہواہ ہی کی تمثیل تھا۔

یہ تمام غلط تاویلیں محض اس بات کا نتیجہ ہیں کہ بائبل ابتدائی ایام سے لیکر آخری دور تک ان لوگوں کے ہاتھوں میں رہی جو اس کی صحیح نگہبانی نہیں کرسکتے تھے، حتیٰ کہ آج ہمیں یہ تک معلوم نہیں

---

[۱] یہودیوں کے نزدیک "یہواہ" خدا کا اسم ذات ہے (Dr. gust Fr Gehler P.P. 134.) یہ نام کسی دوسری ذات یا معبود کے لئے استعمال نہیں ہوسکتا۔ یہودی اس کو اتنا مقدس اور پاک خیال کرتے تھے۔ کہ کوئی شخص اپنی زبان سے اس کو ادا نہیں کرسکتا تھا (Josph. Ant II. 12. 4.) چنانچہ آج کل اس کا صحیح تلفظ بھی معرض بحث میں ہے۔ بائبل میں ہر جگہ لفظ "خداوند" اس نام کے ترجمہ کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

[۲] Henery & Seatl PP. 210

[۳] Fuller on Exod XXXII

کہ جن اصل دستاویزوں سے یہ کتاب مرتب ہوئی ہے اور جن لوگوں نے اس کو ترتیب دیا ہے ان کی ثقاہت کس درجے کی تھی اور ان کی تشریحات اور ذاتی عقائد نے کہاں تک اس میں جگہ حاصل کی ہے[۵۱]۔ جب یہ حال متن کا ہے تو تراجم کا جو ہمیشہ کسی مخصوص جماعت کے معتقدات اور روایتی تشریحات کا نتیجہ ہوتے ہیں کیا حال ہوگا؟

یہی وجہ ہے کہ ہم اس کتاب میں اس قدر متضاد[۵۲] باتیں پاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مذکورہ بالا دونوں آیتیں اس وقت "چیستان" بنی ہوئی ہیں۔ چوتھی آیت کے مفہوم کو ایک مرتبہ غلط متعین کرنے کے بعد یہ ناممکن ہے کہ نہ صرف پانچویں آیت بلکہ پورے باب کو ہم صحیح طور پر سمجھ سکیں اس لئے ہمیں سب سے پہلے چوتھی آیت کے صحیح مفہوم کو تلاش کرنا ہوگا، جو ظاہر ہے کہ مروجہ ترجمے کو مدنظر رکھ کر کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتا۔

کیا ہم مروجہ ترجمے کو نظر انداز کر سکتے ہیں؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ترجمہ ان لوگوں کے علم و فہم کا نتیجہ ہے جو بہر طور ایک درجۂ فضیلت رکھتے ہیں اور ہمیں یہ اصول بھی تسلیم ہے کہ مستند ترجموں کو رد کرنا اس وقت تک کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ جب تک نئے ترجمے کی پشت پر کافی دلائل ترجیح نہ ہوں۔ لیکن اسی اصول کے پیشِ نظر میری رائے میں مروجہ ترجمہ قطعاً ناقابل قبول ہے۔ عین ممکن ہے کہ قواعد زبان کے اعتبار سے اس آیت کا ترجمہ اس طرح بھی کیا جا سکتا ہو لیکن واقعاتِ متعلقہ اور سیاق و سباق کو مدنظر رکھ کر اس کو غلط قرار دیا جا سکتا ہے۔ بالخصوص اس حالت میں کہ اس سے بہتر ترجمہ اور موجود ہو، میری مراد مشہور عالم دین شیکفرڈ[۵۳] (Shuckford.) کا ترجمہ ہے جس کو انگرام کابن (Ingram Cobin.) نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ چنانچہ شیکفرڈ کی سند سے کابن اس آیت کا ترجمہ اس طرح لکھتا ہے[۵۴]۔

---

۵۱ Willram Rathbour grig ch iii

۵۲ A. Churchward. Olig Evolut of Relig PP. 294. 295

۵۳ Inp Die of univers Biog. Div: XII. P. 979.

۵۴ Ingram Cobin. P.P. 100

آیت کے الفاظ یوں پڑھے جاتے ہیں۔ The words may be read,

اس نے ان کے ہاتھوں سے He receivd it at their hands

لیا اور ان لوگوں نے اس کو and they formd it in a

سانچے میں تشکیل دی[۱] اور انھوں نے mould and they made a

ایک ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا اور motten calf and they

انھوں نے کہا کہ اے اسرائیل Said this is thy God O

یہ تیرا معبود ہے۔"[۲] Isriel. (Shuelf)

اس ترجمے کا مقابلہ مروجہ تراجم سے کیا جائے تو زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ تمام مروجہ ترجموں میں یہ بات ظاہر کی گئی ہے کہ یہ بچھڑا ہارونؑ نے ڈھالا اور اس کے بعد اس کی صورت "حکاکی" کے اوزار سے درست کی لیکن اس ترجمے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس "بچھڑے" کو ان لوگوں نے ڈھالا جنھوں نے طلائی معبود بنانے کا مطالبہ کیا تھا اور جن سے طلائی زیورات منگائے گئے تھے۔ نیز حکاکی کے اوزار کا بھی اس ترجمے میں کوئی پتہ نہیں، بلکہ جس لفظ کا ترجمہ حکاکی کا اوزار کیا جاتا ہے اسی لفظ کا ترجمہ یہاں mould (سانچہ) ہوا ہے اور اکثر علما کے نزدیک یہ ترجمہ زیادہ موزوں ہے[۳]

سطورِ بالا میں اس اصول کو مان لیا گیا ہے کہ کوئی بھی غیر مشہور ترجمہ اس وقت تک قابلِ قبول نہیں۔ جب تک اس کو سیاق و سباق کی نیز دوسری قسم کی تائیدیں حاصل نہ ہوں۔ اب ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ کیا وجوہ ہیں جن کی بنا پر اس ترجمے کو مروجہ تراجم پر ترجیح دی جا سکتی ہے۔

فی الحال اس باب کی کسی آیت یا اس پیراگراف کی کسی عبارت کا حوالہ دیگر شوقِ کلام کی ترجیح پیش کرنا اس لئے نامناسب ہے کہ ہنوز اس باب کی آیات پر غور ہو رہا ہے اور کوئی وجہ نہیں

۱ه مقابلہ کیجئے "واتخذ قوم موسی من بعدہ من حلیہم عجلاً جسداً لہ خوار" (۷ : ۱۴۸)
۲ه مقابلہ کیجئے "فقالوا ھذا الٰھکم والٰہ موسیٰ فنسی" (۲۰ : ۸۸)
Smith Dic. of Bib Vol 1. PP 243. ۳ه

معلوم ہوتی کہ خواہ مخواہ چند در چند بحثوں کو مخلوط کر دیا جائے، البتہ بائبل کے دوسرے مقامات پر نظر ڈال لینے میں کوئی حرج نہیں۔

میرا خیال ہے کہ ان مقامات کی شہادت سے آپ کو یہ اندازہ ہوسکیگا کہ بائبل کے کسی مصنف نے کسی عہد میں بھی اس آیت کا وہ مفہوم نہیں سمجھا جو عام ترجموں میں پایا جاتا ہے بخلاف اس کے ہر مصنف نے اس آیت کا وہی مفہوم سمجھا جو اس "نئے ترجمے" نے پیش کیا ہے یعنی یہ بچھڑا ہارونؑ نے نہیں بلکہ ان لوگوں نے بنایا تھا جو ہارونؑ کی مخالفت میں جمع ہوئے تھے اور جنھوں نے ایک معبود بنانے کا مطالبہ کیا تھا۔

پہلی شہادت | باعتبار ترتیب "کتاب استثنا" پہلی کتاب ہے جس میں اس واقع کو دُہرایا گیا ہے اور چونکہ یہ کتاب خمسۂ موسوی میں شامل ہے اس لئے اس کی وقعت اور بڑھ جاتی ہے۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کیا اس کتاب میں یہ الزام ہارون پر لگایا گیا ہے؟ یا آیت زیر بحث کا مفہوم یہ سمجھا گیا ہے کہ اس طلائی بچھڑے کو بنانے والی بنی اسرائیل کی عام جماعت تھی؟ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں:۔

"اور خداوند نے مجھ سے فرمایا کہ اٹھ اور یہاں سے نیچے جا کیونکہ تیری قوم جسے تو مصر سے نکال لایا خراب ہوگئی وہ اس راہ سے جو میں نے انھیں بتائی جلد باہر ہوگئے۔ انھوں نے اپنے لئے ایک مورت ڈھال کے بنائی۔ (استثنا ۹: ۱۲)

اس کے بعد ۱۶ویں آیت میں فرماتے ہیں۔

تب میں نے نگاہ کی اور دیکھو تم نے خداوند اپنے خدا کا گناہ کیا تھا اور اپنے لئے ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا۔ تم بہت جلد اس راہ سے جو خداوند نے تمہیں بتائی باہر گئے تھے" (استثنا ۹: ۱۶)

اس کے بعد لوحیں توڑنے کا واقعہ بیان کرکے فرماتے ہیں۔

اور خداوند کا بڑا غصہ ہارون پر بھی بھڑکا[1] اور اسے ہلاک کرنے کو تھا۔ میں نے اس وقت

---

[1] یہ بات خاص طور پر قابلِ لحاظ ہے کہ کتاب خروج کی نہ کوئی "یہوائی" اور نہ "الوہیمی" روایت اس غصہ کی حامل نظر آتی ہے دیکھو (Cantridge Bib P.359) میں ڈرایور (Driver) کا نوٹ۔

ہارونؑ کے لئے بھی دعا[1] مانگی۔ اور میں نے تمہارے گناہ کو یعنی بچھڑے کو جو تم نے بنایا تھا لیا اور آگ میں جلایا" (استثنا ۹: ۲۰، ۲۱)

استثنا کی ان آیتوں کو پڑھنے کے بعد ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ان آیات میں بچھڑا بنانے والوں کے لئے جمع کی ضمیریں استعمال ہوئی ہیں — "انھوں نے اپنے لئے ایک صورت ڈھال کے بنائی" — "تم نے خداوند اپنے خداوند کا گناہ کیا تھا اور ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا تھا" — "میں نے تمہارے گناہ کو یعنی بچھڑے کو جو تم نے بنایا تھا لیا اور آگ میں جلایا" — یہ تمام ضمیریں ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کے لئے استعمال ہوئی ہیں نہ کہ ہارونؑ کے لئے۔

مندرجہ بالا آیات سے اب اس نئے ترجمے کا مقابلہ کیجئے جس میں بالکل اسی طرح جمع کی ضمیریں استعمال ہوئی ہیں — "اور انھوں نے اس کو سانچے میں تشکیل دی اور انھوں نے ایک ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا" — وغیرہ

کیا استثنا کی ان ضمیروں کو پیشِ نظر رکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ نیا ترجمہ غلط ہے —؟ کیا ضمیروں کی یہ یگانگت اس نئے ترجمے کو صحیح قرار دینے کے لئے کافی نہیں —؟ اب ایک مرتبہ پھر مندرجہ بالا آیات کو پڑھئے اور دیکھئے کہ کیا ان میں کوئی ایسا لفظ یا اشارہ موجود ہے جس کی بنا پر کوئی یہ کہہ سکے کہ یہ بچھڑا ہارونؑ نے بنایا تھا۔؟ اس بات سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مصنف استثنا کے نزدیک بھی اس چوتھی آیت کا بالکل وہی مفہوم تھا جو اس نئے ترجمے سے پیدا ہوتا ہے۔

شاید کوئی کہے کہ استثنا کی '۲۰ ویں' اور '۲۱ ویں' آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں خدا کا غصہ ہارونؑ پر بھی "بھڑکا" تھا، اس لئے وہ بھی شریکِ جرم تھے؟ لیکن میری رائے میں یہی دو آیتیں ہارونؑ کی بریت کی سب سے بڑی دلیل ہیں، اس لئے کہ یہاں ہارون اور بنی اسرائیل کا ذکر ساتھ ساتھ کیا گیا ہے اور بچھڑا بنانے کے فعل کو صراحتاً بنی اسرائیل کی عام جماعت سے متعلق کیا ہے نہ کہ ہارونؑ سے۔

---

[1] مقابلہ کرو۔ قال رب اغفر لی ولاخی وادخلنا فی رحمتک (۷: ۱۵۱)

باقی ہارون پر عتاب الٰہی کیوں بھڑکنے کو تھا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ موسیٰ کی عدم موجودگی میں بنی اسرائیل کے حاکم تھے۔ ان کا فرض تھا کہ وہ پوری شدت سے اس فعل کو روکتے، چاہے اس کا نتیجہ ان کے حق میں کچھ بھی نکلتا۔

۲ سری شہادت | کتاب استثنا کے بعد دوسری کتاب جس میں واقعے کا حوالہ ملتا ہے "نحمیاہ" کی کتاب ہے۔ اس کتاب کے نویں باب میں آئیں یہ عبارت ملتی ہے۔

"پر تو خدائے غفور و رحیم و کریم ہے، قہر میں دھیما اور مہربانی میں بڑھ کر سو تو نے انھیں ترک نہ کیا، ہاں جب انھوں نے اپنے لئے ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا تھا اور کہا تھا اے اسرائیل یہ تیرا معبود ہے جو تمہیں مصر سے نکال لایا" (نحمیاہ ۹: ۱۸)

نحمیاہ کی یہ عبارت خاص طور پر بہت ہی اہم ہے اور ہمارے پیش کئے ہوئے ترجمے کی گویا ایک قدیم دستاویزی شہادت ہے۔ سطور بالا کو ذرا غور سے پڑھئے آپ کو اندازہ ہوگا کہ یہ عبارت حقیقتاً آیت زیر بحث ہی کا ایک حوالہ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کتاب نحمیاہ کے پیش نظر اس عبارت کے لکھتے وقت یہ آیت کھلی رکھی تھی اس لئے کہ اس میں ایک پورا کا پورا جملہ بجنسہ اسی آیت کا نقل ہوا ہے یعنی

"اے اسرائیل، یہ تیرا معبود ہے جو تمہیں مصر کے ملک سے نکال لایا۔"

اب ملاحظہ ہو کہ مصنف نحمیاہ نے اس آیت کا مفہوم کیا سمجھا؟ ٹھیک ٹھیک وہی جو ہمارے نئے ترجمے سے معلوم ہوتا ہے، یعنی یہ بچھڑا بنی اسرائیل کی "باغی" جماعت نے بنایا تھا نہ کہ ہارون نے۔

وہی جمع کی ضمیریں جو ہمارے ترجمے میں پائی جاتی ہیں یہاں بھی بجنسہ موجود ہیں۔ کیا اس قدیم دستاویزی شہادت کی بنیاد پر ہم اس نئے ترجمے کو صحیح نہیں قرار دے سکتے؟

۳ سری شہادت | کتاب نحمیاہ کے بعد ہمیں "زبور" میں ایک ایسی عبارت ملتی ہے جس سے اس ترجمہ کی پوری پوری صداقت ظاہر ہو جاتی ہے۔ راقم زبور خدا کی ستائش کے بعد بنی اسرائیل کے بہت سے

لہ دیکھو استثنا ۹: ۷۔

دوسرے گناہ گنا کر اسؔ طلائی بچھڑے کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں

"انھوں نے جنگل میں حرص سے خواہش کی اور بیابان میں خدا کو آزمایا۔ اس نے ان کا مطلب روا کیا، پر اُن کی جانوں میں لاغری بھیجی۔ انھوں نے خیمہ گاہ میں موسیٰؑ پر اور خداوند کے "مقدس مرد" ہارونؑ پر حسد کیا۔ سوزمین پھٹی اور "داتن" کو نگل گئی اور ابرام کی جماعت کو ڈھانپ لیا۔ ان کی جماعت میں آگ بھڑکی، اس شعلے نے شریروں کو بھسم کردیا۔ انھوں نے حوریب میں ایک بچھڑا بنایا، اور ڈھالی ہوئی مورت کے آگے سجدہ کیا۔ اس طرح انھوں نے اپنے جلال کو ایک بیل کی تشبیہ سے جو گھاس کھاتا ہو ابدل ڈالا" (زبور ۱۰۶: ۱۴ تا ۲۰)

اس عبارت کو پڑھنے کے بعد کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ "صاحب زبور" کے پیش نظر آیت زیر بحث کا وہی مفہوم تھا جو ہم کو عام ترجموں میں نظر آتا ہے؟ کیا یہ عقیدہ کہ طلائی بچھڑا "خداوند کے مقدس مرد ہارونؑ" نے بنایا تھا، اس زبور کے مصنف کے وقت میں موجود تھا؟ یہاں یہ بات بھی واضح کردی گئی ہے کہ ہارونؑ کے خلاف بنی اسرائیل میں ایک جماعت تھی جس کو معجزانہ طور پر سزادی گئی۔ یہاں تک بائبل کے "عہدِ عتیق" کی شہادتوں کی روشنی میں اس تربیت کی صداقت پر بحث کی گئی ہے اور اس بات کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے کہ "طلائی بچھڑے" کے متعلق کوئی حوالہ ترک نہ ہونے پائے۔ اب عہدِ جدید کو لیجئے۔

ہ تی شہادت | "عہدِ جدید میں اس بچھڑے کا ذکر صرف ایک مقام پر ملتا ہے۔ سینٹ اسٹیفنس (St. Stephens) نے جن کی مظلومانہ شہادت یہودیوں کی قساوتِ قلبی کا نمونہ ہے اپنے آخری خطبے میں یہودیوں پر بہت سے الزام عائد کئے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک الزام یہ بھی ہے کہ انھوں نے موسیٰؑ اور موسیٰؑ کے خدا کی کبھی تابعداری نہیں کی: فرماتے ہیں۔

"پر ہمارے باپ دادوں نے اس کا تابعدار ہونا نہ چاہا بلکہ اس کو رد کیا اور ان کے دل مصر کی طرف پھرے اور ہارونؑ سے کہا کہ ہمارے لئے ایسے معبود بنا جو ہمارے آگے چلیں۔

"کیونکہ یہ موسیٰ جو ہمیں مصر کے ملک سے نکال لایا ہم نہیں جانتے کہ اسے کیا ہوا، اور ان دنوں انھوں نے ایک بچھڑا بنایا اور اس بت کو قربانی چڑھائی بلکہ اپنے ہاتھوں کے کام پر خوشی منائی" (اعمال ۷: ۳۹ تا ۴۱)

عبارتِ بالا کو بغور پڑھئے۔ اس میں کتاب خروج کے زیرِ بحث باب کی "پہلی" اور "چوتھی" آیت کا کھلا حوالہ موجود ہے۔ اس کے بعد فیصلہ کیجئے کہ کیا سینٹ اسٹیفنس کے پیشِ نظر آیت زیرِ بحث کا وہی مفہوم تھا جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے، وہ اس بات کا توصراحت کے ساتھ اظہار کر رہے ہیں کہ بنی اسرائیل نے "ہارونؑ" سے کہا کہ "ہمارے لئے معبود بنا" لیکن بچھڑا بنانے کا مجرم ہارون کی جگہ ان لوگوں کو قرار دیتے ہیں جنھوں نے طلائی معبود بنانے کا مطالبہ کیا تھا چنانچہ ان کے یہ الفاظ کہ:-

"ان دنوں انھوں نے ایک بچھڑا بنایا اور اس بت کو قربانی چڑھائی"

اس پر کھلی شہادت ہیں۔ اسی ذیل میں انھوں نے دو الزام بنی اسرائیل پر اور عائد کئے ہیں اول یہ کہ: ان لوگوں کا یہ فعل عدم تابعداری یا بالفاظِ دیگر "بغاوت"[۵۱] پر مبنی تھا۔ دوم یہ کہ: ان لوگوں کے دل مصری رسوم کی طرف پھر گئے تھے۔[۵۲]

---

[۵۱] دیکھو استثنا ۹: ۷۔ [۵۲] تقریباً تمام بڑے بڑے مفسرین کی رائے تو یہی ہے کہ یہ "طلائی بچھڑا" مصریوں کے مذہب کا پرتو تھا (دیکھئے .... H. & Scoott اور Dr gust Frohler. P. 99)

لیکن زمانۂ حال کے بعض محققین کا خیال ہے کہ یہ مصری مذہب کا خاکہ نہیں تھا بلکہ کنعانی مذہب کے اثر کا نتیجہ تھا (Ency of Rely P. 84) میکلسٹر (Stuart Macalester. P. 116.) نے اپنی کتاب میں (جو فلسطین کے آثارِ قدیمہ پر لکھی گئی ہے) اس خیال پر بعض دلائل بھی قائم کئے ہیں جن میں سے پہلی دلیل کچھ وزن رکھتی ہے جو یہ ہے کہ "مصری ہمیشہ زندہ بچھڑے کی پرستش کرتے تھے اس کے بے جان بت کی نہیں"

زمانۂ حال کی ایک بالکل جدید تالیف (Legacy of Egypt) میں آسٹرلی (W.O.E. Oesterley) نے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے کہ یہ بچھڑا کنعانی مذہب سے متعلق تھا، یہ بتایا ہے کہ اسرائیلیوں کا یہ طلائی معبود حقیقتاً "ہاتھور" (Hathor) مصری دیوی کی نقل تھا جس کا ایک مجسمہ اینوفس ثانی کے زمانے کا قاہرہ کے عجائب خانے میں رکھا ہے۔ اس دیوی کا سر گردن اور سینگ سونے سے ملبوس تھے۔ اسرائیلی دیوتا کو "سنہری بچھڑے" کے نام سے مشہور کرنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس دیوی کو "سنہری" یا "دیوتاؤں کا سونا" کہا جاتا تھا۔

اب ہمارے نئے ترجمے سے سینٹ اسٹیفنس کی مذکورہ بالا عبارت کا مقابلہ کیا جائے تو دونوں کے مفہوم میں مشابہتِ تامہ نظر آئے گی اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ خروج کے متن کا عیسائیوں کے ابتدائی عہد میں یہی مطلب سمجھا جاتا تھا۔

بائبل کے ان حوالوں کو مدنظر رکھ کر کیا اب بھی پورے وثوق کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مروجہ ترجموں کے مقابلہ میں یہ نیا ترجمہ زیادہ صحیح اور زیادہ قابلِ ترجیح ہے۔ جب بائبل کے دوسرے مقامات پر کوئی ایسا لفظ نہیں ملتا جس سے ہارونؑ کی "بت سازی" کی طرف ادنیٰ ترین شبہ بھی ہوسکے، تو پھر ہم کس بنیاد پر ایک اعلیٰ ترجمے کو ترک کرکے ایک مشتبہ اور قابلِ انکار ترجمہ کو قبول کرلیں۔ گو میں تو یہاں تک کہنے کو تیار ہوں کہ اس آیت کا یہ نیا ترجمہ ہمیں معلوم نہ ہوتا تو بھی ہم بائبل کے دوسرے مقامات کی شہادت کی بنا پر یہ سمجھتے کہ اس آیت کے الفاظ کی کتابت میں کوئی شدید ترین غلطی ہوئی ہے۔[۵۱]

۵ ویں شہادت | عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کی ان صاف و صریح شہادتوں پر یہودی روایات و عقائد کا اضافہ غیر ضروری سی بات ہے لیکن محض اتمام حجت کے لئے ان پر بھی نظر ڈال لینا مناسب ہوگا۔ تالمود میں جو یہودیوں کے نزدیک بائبل کو سمجھنے کا ایک نہایت ہی اہم ذریعہ ہے ایک طویل روایت ملتی ہے۔ جس میں بیان کیا گیا ہے کہ:۔

> "دس امتحانات کے ذریعے سے خدائے قدوس، تبارک و تعالیٰ نے ہمارے اجداد کو آزمایا۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔ بیابان میں، میدان میں، اصف کے بالمقابل، فاران کے درمیان اور توفل اور لابن اور حضیروت اور ذی ذہب"[۵۲]

آگے چل کر روایت میں ان تمام مقامات پر جو آزمائشیں ہوئیں مجملاً درج ہیں۔ چونکہ یہ آزمائشیں ہمارے موجودہ مبحث سے قطعاً غیر متعلق ہیں اس لئے صرف "بیابان" اور "ذی ذہب" کی آزمائش کو یہاں درج کیا جاتا ہے جو ہمارے موجودہ موضوع سے متعلق ہیں پہلی یعنی بیابان کی آزمائش کے متعلق حسب ذیل تشریح ملتی ہے۔

[۵۱] Talmud Vol I (IX) Tract aboth CLV. PP. III.

"بیابان میں"۔ انھوں نے ایک	"In the wilderness," they
سونے کا بچھڑا بنایا جیسا کہ مذکور	made the golden calf as
ہے۔ انھوں نے اپنے لئے ایک	it is written they have
ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا۔	made the molten calf

اب ملاحظہ ہو کہ اس روایت میں بھی بائبل کی طرح سونے کا بچھڑا بنانے والوں کے لئے جو ضمیریں استعمال ہوئی ہیں وہ سب جمع کی ہیں۔ جس سے ہمارے ترجمے کی نہ صرف تائید ہوتی ہے بلکہ ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ نہ صرف عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کے مصنفین بلکہ یہودی علما بھی اس فعل (گوسالہ سازی) کو بنی اسرائیل کی جماعت سے متعلق سمجھتے تھے اور ہارونؑ کے متعلق ان کا کوئی تصور نہ تھا۔ اس خیال کی مزید تصدیق اسی روایت کے اس مقام سے ہوتی ہے جہاں "ذی ذہب" کی آزمائش کی تشریح کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"ذی ذہب" سے کیا مراد ہے؟	"What dose Dizahab" refer to?
— ہارونؑ نے ان سے (یعنی	"Haron Said to then, you have
بنی اسرائیل) سے کہا کہ تمہارے لئے	enough of the Sin of the gold
اس سونے کا گناہ کافی ہے جو تم بچھڑے	which you brought for the
کے لئے لائے۔ ربی العزر بن	Calf". R. Eleezer b. jacab
یعقوب کا قول ہے کہ یہ	Said "with which the Israilites
گناہ جس کی معیت میں	were affeceted is enough for
بنی اسرائیل مبتلا ہوئے قیامت	that Time Till the resurrition
تک کے لئے کافی ہے۔	of the Dead [a]

[a] Talmud Vol I (IX) Tract aboth Ch. V. PP 111.

اب ملاحظہ فرمائیے کہ: ذی ذہب کی اس تشریح میں صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ خود ہارون نے اس گناہ کو بنی اسرائیل پر عائد کیا ہے۔ کیا اب بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہارون خود اس گناہ کے حامل تھے؟ اس سلسلہ میں صرف ایک آخری بات مجھے اور کہنا ہے۔ اور وہ یہ کہ یہودی عقیدے کے بموجب یہ "طلائی معبود" ہارونؑ کے علاوہ کسی دوسرے شخص نے بنایا تھا۔ چنانچہ وہ صحیح یا غلط، بنانے والے کو نامزد بھی کرتے ہیں۔

ربی ابراہیم گیگر (R. A. geeger) مشہور یہودی عالم نے اپنی کتاب یہودیت اور اسلام[1] میں قرآن کے اس بیان کو کہ یہ بچھڑا ہارونؑ نے نہیں بلکہ ایک دوسرے شخص نے بنایا تھا یہودی الاصل قرار دیا ہے وہ لکھتا ہے:۔

"یہ بات یہودیوں کی روایات سے باہر نہیں ہے کہ ایک دوسرے اسرائیلی نے نہ کہ ہارونؑ نے یہ بچھڑا بنایا تھا اور ایک افسانے کے بموجب میکاہ نے جس کا تذکرہ کتاب قضاۃ میں ہے اس کے بنانے میں مدد کی تھی۔"[2]

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو یہودی ان روایات کے بموجب ہارونؑ کو "گوسالہ ساز" نہیں جانتے تھے، وہ اس آیت کا ترجمہ کیا کرتے تھے؟ کیا وہ مروجہ ترجمے کو تسلیم کرنے کے بعد بھی یہ عقیدہ رکھ سکتے تھے کہ گوسالے کا بنانے والا شخص ہارونؑ کے علاوہ کوئی دوسرا ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی رائے میں مروجہ ترجمہ یقیناً غلط اور ایک بہتانِ عظیم کے مترادف ہوگا۔

۵ ویں آیت ہر چند چوتھی آیت کے ضمن میں اس آیت پر بھی سرسری نظر ڈالی جا چکی ہے، لیکن اس کی تفسیروں سے بعض غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اس لئے مناسب یہ ہے کہ اس پر جداگانہ بھی تھوڑا بہت غور کر لیا جائے آیت کے الفاظ پھر ذہن نشین فرمالیجئے۔

"اور جب ہارونؑ نے یہ دیکھا تو اس کے سامنے ایک قربان گاہ بنائی اور ہارون نے یہ

---

[1] Judaism and Islam.
[2] geeger P.P. 131.

کہہ کے منادی کی کہ کل یہواہ کے لئے عید ہے"[1]

اس آیت کی عجیب عجیب تشریحیں کی گئی ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ صرف ایک قسم کی ظرافت تھی جو ہارون[2] نے ان بیوقوف بت پرستوں کے ساتھ کی، بعض دوسرے صاحبان کا جو اس آیت کا تعلق آیتِ ماسبق سے قائم کرتے ہیں یہ قیاس ہے کہ چونکہ اس میں "یہواہ کی عید" کا ذکر ہے اس لئے یہ طلائی بچھڑا حقیقتاً یہواہ کی تمثیل تھی اور اس بنا پر ان کی رائے ہے کہ ہارون اور بنی اسرائیل دونوں نے اس بچھڑے کو بت پرستانہ نظر سے نہیں[3] دیکھا۔

ظاہر ہے کہ یہ مضحکہ انگیز تاویلیں جو بائبل کے تمام مقامات کے خلاف ہیں محض اس لئے کرنا پڑیں کہ آیتِ ماسبق کا غلط ترجمہ کرنے کے بعد اس آیت کی کوئی اچھی تشریح سمجھ میں نہیں آسکتی تھی، ہمارے نزدیک اس آیت کا مطلب بالکل صاف ہے اور خود اس آیت کے الفاظ ہی ان کی تشریح ہیں یعنی

"جب ہارون نے یہ دیکھا کہ لوگوں نے ایک طلائی بچھڑا بنایا ہے تو (ان کی اس نئے دیوتا یا بقول سینٹ اسٹیفنس مصری دیوتا سے توجہ ہٹانے کے لئے اور سچے خدا کی طرف مائل کرنے کے لئے) انھوں نے اس کے سامنے (نہ کہ اس کے لئے) ایک قربان گاہ بنائی اور یہ کہہ کے منادی کی کہ کل یہواہ کی عید ہے"

اس آیت کے کلیدی الفاظ حسب ذیل ہیں۔

---

[1] مقابلہ کیجئے ولقد قال لهم هارون من قبل یاقوم انما فتنتم به وان ربکم الرحمن فاتبعونی واطیعوا امری (۲۰: ۹۰)

[2] Haron was willag yat furthen to burman then & he biult an alter & Proclamed a feast (Henry & Scott) P. 210.

[3] Vers 5 Shouy that mither he nor ther people looked up The golden Calf as god beet a Sy m bob an upsesentatives of god who brought then up (Fulle zan Exd XXII)

(۱) جب ہارونؑ نے یہ دیکھا تو

(۲) یہ کہہ کے منادی کی کہ کل یہواہ کے لئے عید ہے۔

ان الفاظ کی موجودگی میں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ہارونؑ نے "طلائی بچھڑے کی بدعت کو دیکھکر "یہواہ کے لئے" نہ کہ اوس "طلائی معبود" کے لئے عید کا اعلان کیا۔

آیت کے بالکل ابتدائی الفاظ (جب ہارون نے یہ دیکھا تو) سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جو کچھ ہارونؑ نے کیا وہ کسی گذشتہ عمل کا ردِ عمل تھا۔ اور آخری الفاظ (یعنی "یہواہ کے لئے عید ہے") سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ ردِ عمل طلائی معبود کی مخالفت اور یہواہ کی حمایت میں تھا۔ چونکہ یہ آیت پچھلی آیت سے گہرا تعلق رکھتی ہی اس لئے ہمارے نئے ترجمے کے ساتھ اسے پڑھئے اور پھر فیصلہ کیجئے کہ اس تشریح کے ہوتے ہوئے مذکورہ بالا عجیب وغریب اور دور از کار تاویلوں کی ضرورت باقی رہتی ہے؟

یہاں ہارونؑ کی "تعمیر قربان گاہ" کے نتائج پر بھی ایک نظر ڈال لینا مناسب ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اس قربان گاہ کا بنانا بنی اسرائیل کے "طلائی معبود" بنانے کا ایک عابدانہ ردعمل تھا ورنہ ہارونؑ کی نرم حکمتِ عملی بنی اسرائیل کو گمراہ ہونے کا پہلے ہی موقع دے چکی تھی۔ ہر چند کہ اس نیک نفس پیغمبر کا یہ منشا

لہ مفسرین بائیل اگر اس آیت کی تفسیر کرتے وقت خود اسی کتاب خروج کے سب سے مشہور باب (یعنی ۲۰ ویں باب) کو پیش نظر رکھتے، تو عین ممکن تھا کہ وہ اتنی بڑی غلطی سے بچ جاتے۔ یہ وہی باب ہے جو ہر روز ایک ایک یہودی اور عیسائی کی نظر سے نہایت ہی فخر وعقیدت کے ساتھ گزرتا ہے۔ اس لئے کہ اسی باب میں مشہور احکام عشرہ پائے جاتے ہیں۔ خدا احکام عشرہ دینے کے فوراً بعد موسیٰ کی وساطت سے بنی اسرائیل کو ہدایت فرماتا ہے۔

> "تم میرے مقابل چاندی کے معبود، بت بنائیو اور نہ اپنے لئے سونے کے معبود"
> "تو میرے لئے مٹی کی قربان گاہ بنائیو اور تو اپنی سوختنی قربانیاں اور اپنی سلامتی کی قربانیاں اپنی بھیڑوں اور اپنے بیلوں میں سے وہاں ذبح کیجیو..." (۲۳ و ۲۴)

ان آیتوں کو سامنے رکھکر اب دیکھئے کہ ہارون نے یہ قربان گاہ کس جذبے کے ماتحت بنائی۔ سونے کا معبود جو بنی اسرائیل بنا چکے تھے، یقیناً خدائی احکام سے سرتابی تھی۔ ہارونؑ نے ان کو عملاً بیسویں باب کے اس حکم کو یاد دلایا اور اعلان کیا کہ کل یہواہ کے لئے عید ہے، تاکہ لوگ سوختنی قربانیاں اور سلامتی کی قربانیاں اس قربان گاہ پر لائیں۔

نہیں ہوگا کہ جماعت میں کوئی اختلاف پیدا ہو لیکن " دو معبودوں " کی موجودگی صاف بتارہی ہے کہ جماعت میں اختلاف کا پیدا ہونا ناگزیر تھا۔ چنانچہ اس باب کی آیات (۱۷، ۱۸، ۲۵، ۲۶) اسی اختلاف کی شاہد ہیں۔ اس اختلاف و تقسیم کے بعض عمدہ نتائج بھی نکلے یعنی عین ممکن تھا کہ موسیٰؑ کی آمد تک پوری جماعت گمراہ ہو چکی ہوتی اور موسیٰؑ کی قائدانہ پالیسی پر عمل درآمد کرنے کے لئے ایک متنفس بھی نظر نہیں آتا

۶ ٹی آیت | چھٹی آیت سے (جو اس پیراگراف کی آخری آیت ہے) معلوم ہوتا ہے کہ جب ایک طرف " طلائی معبود " اور " دوسری طرف " قربان گاہ " بن چکی اور " یہواہ کے لئے عید کی منادی " ہوئی تو اب ہر دو معبودوں کے پرستاروں میں نہایت دھوم دھام سے دینی مراسم ادا کرنے کا مقابلہ شروع ہوا۔ اور پورے جوش و خروش کے ساتھ دونوں جماعتوں نے اپنے اپنے مذہبی فرائض کو انجام دیا۔ آیت کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

" اور وہ صبح کو اٹھے اور سوختنی قربانیاں چڑھائیں اور سلامتی کی قربانیاں گذاریں اور لوگ کھانے پینے کو بیٹھے اور کھیلنے کو اٹھے "

اس عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام افعال مشترک طور پر ایک ہی دیوتا کے لئے ہو رہے تھے لیکن اگر غور کیجئے تو اس آیت میں نہ صرف دو قسم کے افعال نظر آتے ہیں یعنی

(الف) وہ افعال جو موسوی شریعت کے مطابق ہیں۔

(ب) وہ اعمال جو بت پرستوں کے طریق عبادت سے مشابہ ہیں۔

بلکہ دو مستقل جملے ملتے ہیں جن میں سے ہر ایک اپنے مفہوم کے اعتبار سے مکمل اور ایک دوسرے سے غیر متعلق ہے غور فرمایئے

(الف:-) اور وہ صبح کو اٹھے اور سوختنی قربانیاں چڑھائیں اور سلامتی کی قربانیاں گذرانیں۔

(ب) اور لوگ کھانے پینے بیٹھے اور کھیلنے کو اٹھے۔ [۱]

---

[۱] یہ کیفیت صرف اردو بائبلوں ہی میں نہیں بلکہ انگریزی اور عربی کے تراجم میں بھی یہ دونوں جملے اسی ہیئت سے نظر آتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اصل متن میں بھی اس آیت کی شکل یہی ہے۔

A { And they rose up early on the morrow & offered burnt offerings & brought peace offerings.

(باقی دوسرے صفحہ پر)

ملاحظہ ہو کہ پہلا جملہ "وہ" کی ضمیر (جمع) سے شروع ہوتا ہے جو یقیناً ان لوگوں کی طرف راجع ہے جنھوں نے ہارونؑ کی دعوت یا منادی کو قبول کیا۔ دوسرا جملہ کسی ضمیر سے نہیں بلکہ ایک مستقل لفظ "لوگ" سے شروع ہوتا ہے جس سے بنی اسرائیل کی عام جماعت یا بت پرست لوگ مراد ہیں۔

ہماری اس تشریح کی تائید سینٹ پال (St Paul.) کے اس خط سے ہوتی ہے جو انھوں نے قرنیتون کو لکھا۔ سینٹ پال نے صرف آخری جملے کو بت پرستوں کی طرف منسوب کیا ہے، فرماتے ہیں:۔

"اور تم بت پرست نہ بنو جس طرح ان میں کئی ایک تھے"

"جیسا کہ لکھا ہے: کہ یہ قوم کھانے پینے بیٹھی پھر ناچنے اٹھی"[1] (۱ قرن ۱۰:۷)

ظاہر ہے کہ سینٹ پال نے اسی آیت کا یہاں حوالہ دیا ہے اور صرف آخری جملہ بت پرستوں کی طرف منسوب کیا ہے۔ خود زیر نظر باب کی ۱۹ ویں آیت سے ہمارے خیال کو تقویت پہنچتی ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ سینٹ پال کے نزدیک پوری جماعت بت پرست نہیں تھی بلکہ ان میں سے "کئی ایک" بت پرست تھے اور واقعہ بھی یہی ہے جیسا کہ آئندہ مباحث سے ظاہر ہوگا۔

صرف ایک بات یہاں اور واضح کرنا ہے اور وہ یہ کہ بنی اسرائیل کا اپنے اس طلائی معبود کے سامنے کھیلنا کودنا جس کو سینٹ پال نے "ناچنا" قرار دیا ہے، فراعین مصر کی قدیم سنت کے مطابق تھا۔ جیسا کہ سینٹ اسٹیفنس نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مصریوں کی کتاب میت (Book of the dead) کے دیباچہ میں "بج" (Budge) نے اس رسم کو فراعین کی طرف منسوب[2] کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے عوام فراعین کی سنتوں کے کس قدر خوگر ہو چکے تھے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

B { And the people sat down to eat and drink & rose up to play.

عربی ترجمہ ملاحظہ ہو:۔ الف:۔ فبکروا فی الغد واصعدوا محرقات وقدموا ذبائح سلامۃ

ب:۔ وجلس الشعب للاکل والشرب ثم قاموا للعب۔

میری رائے میں مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر یہ (غالباً) دو علیحدہ علیحدہ آیتیں ہیں جن کو ایک قرار دے دیا گیا ہے۔

[1] مقابلہ کیجئے:۔ قالوا لن نبرح علیہ عاکفین حتی یرجع الینا موسیٰ (۲۰:۹۱)

[2] Book of the dead Vol I PP. xxxv

دوسرا پیراگراف

۷۔ تب خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ اتر جا، کیونکہ تیرے لوگ جنھیں تو مصر کے ملک سے چھڑا لایا اب ہو گئے۔ [۱]

۸۔ وہ اس راہ سے جو میں نے انھیں فرمائی جلد پھر گئے، انھوں نے اپنے لئے ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا اور اسے پوجا اور اس کے لئے قربانی ذبح کر کے کہا کہ اے اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمہیں مصر کے ملک سے چھڑا لایا۔

۹۔ پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ میں اس قوم کو دیکھتا ہوں کہ ایک گردن کش قوم ہے۔

۱۰۔ اب تو مجھے چھوڑ کہ میرا غضب ان پر بھڑکے اور میں انھیں بھسم کروں اور میں تجھ سے ایک بڑی قوم بناؤں گا

۱۱۔ تب موسیٰ نے خداوند اپنے خدا کے آگے منت کر کے کہا کہ اے خداوند کیوں تیرا غضب اپنے لوگوں پر جنھیں تو شہزوری اور زبردستی کے ساتھ مصر کے ملک سے نکال لایا بھڑکتا ہے۔

۱۲۔ کس لئے مصری بولیں اور کہیں کہ وہ ان میں یہاں سے بدی کے لئے نکال لے گیا تاکہ ان کو پہاڑوں میں مار ڈالے اور ان کو روئے زمین پر سے ہلاک کرے؟ اپنے غضب کے بھڑکنے سے باز رہ اور اپنے لوگوں کو بدی پہنچانے سے پھر جا۔

۱۳۔ تو ابرہام اور اضحاق اور اسرائیل اپنے بندوں کو یاد کر جن سے تو نے اپنی ہی قسم کھائی اور ان سے کہا کہ میں تمہاری نسل کو آسمان کے تاروں کی مانند بڑھاؤں گا اور یہ سارا ملک جس کے حق میں کہا سو میں تمہاری نسل کو بخشوں گا کہ ابد تک اس کے مالک ہوں۔

۱۴۔ تب خداوند اس بدی سے جو چاہتا تھا کہ اپنے لوگوں سے کرے پچھتایا۔

مندرجہ بالا پیراگراف کی ہمیں صرف دو تین ابتدا کی آیتوں پر غور کرنا ہے باقی آیات ہمارے موجودہ مبحث سے غیر متعلق ہیں اس لئے ہم نے ان آیتوں کو دوسری آیتوں سے ممتاز کر دیا ہے۔

---

[۱] قَالَ فَانّا قد فتنا قومك من بعدك (۲۰: ۸)

۷ویں اور ۸ویں آیت | اول ساتویں اور آٹھویں آیت کو لیجئے۔ اگر ہم ان آیتوں کو عیسائیوں اور یہودیوں کے مذہبی نقطۂ نظر سے دیکھیں تو ظاہر ہوتا ہے کہ خدا اپنے پورے اور سچے علم سے موسیٰ کو اطلاع دے رہا ہے کہ

"انھوں نے اپنے لئے ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا اور اسے پوجا اور اس کے لئے قربانی ذبح کرکے کہا کہ اے اسرائیل یہ تیرا معبود ہے۔"

اب اس اطلاع کے الفاظ میں وہی ضمیریں استعمال ہوئی ہیں، جو ہمارے نئے ترجمے میں نظر آتی ہیں۔ اس لئے ہم بربنائے استشہاد پورے وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا نیا ترجمہ یقیناً ٹھیک ہے بالخصوص اس لئے کہ خدا نے بھی اس فعل کو اسرائیلیوں کی عام جماعت کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن ہم نہیں چاہتے کہ لوگوں کی ذہنیت پر مذہبی دباؤ ڈال کر فائدہ اٹھائیں اس لئے ان دونوں آیتوں پر تنقیدی نظر ڈالنا چاہیے اب دیکھئے کہ ۸ویں آیت کے آخری حصے میں بجنسہٖ چوتھی آیت کا ایک پورا جملہ نقل ہوا ہے یعنی۔

"اے اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمہیں مصر کے ملک سے چھڑا لایا۔"

اس کے معنی یہ ہیں کہ مصنفِ خروج چوتھی آیت کے مفہوم کو یاد دلانا چاہتا ہے تو اب جو مفہوم چوتھی آیت کا ہوگا، وہی اس آٹھویں آیت کا ہوگا اور جو مطلب اس آٹھویں آیت کا ہوگا وہی چوتھی آیت کا ہونا چاہیے۔ اس آٹھویں آیت میں بالاتفاق تمام ضمیریں جمع کی ہیں جو بنی اسرائیل کی عام جماعت کی طرف راجع ہیں۔ لہٰذا چوتھی آیت میں بھی یہ فعل بنی اسرائیل کی طرف منسوب ہونا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ یہ مطابقت صرف اسی طرح ممکن ہے کہ اس آٹھویں آیت کے ترجمے کو جو متفق علیہ ہے مدنظر رکھ کر ہم چوتھی آیت کا ترجمہ کریں۔ اس طرح ہمارا "نیا ترجمہ" مروجہ ترجمے کے مقابلے میں یقیناً صحیح ہے۔

یہاں دو ایک باتیں اور قابلِ لحاظ ہیں۔

پانچویں آیت کے ذیل میں ہم ایک مسیحی مفسر کی رائے پڑھ آئے ہیں کہ اس طلائی بچھڑے پر نہ ہارون نے اور نہ بنی اسرائیل نے ایسی کوئی نظر ڈالی کہ گویا یہ "بچھڑا" خدا ہے۔

اب یہاں خود "یہواہ" فرماتا ہے کہ "انھوں نے اپنے لئے ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا اور اسے پوجا اور اس کے لئے قربانی ذبح کرکے کہا کہ اے اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے!" کیا کسی "طلائی بچھڑے" کو پوجنے اور

اس پر قربانی چڑھائے" اور اسے معبود کہنے کے بعد بھی یہ بچھڑا دیوتاؤں کی فہرست میں شامل نہیں ہوگا؟ اسی طرح بعض لوگوں کو اس آٹھویں آیت کے الفاظ "اور اسے پوجا اور اس کے لئے قربانی ذبح کر کے کہا" سے یہ دھوکا ہوتا ہے کہ یہ وہی قربانی ہے جس کا ذکر چھٹی آیت میں ہوا ہے کہ "وہ صبح کو اٹھے اور سوختنی قربانیاں چڑھائیں اور سلامتی کی قربانیاں گذرانیں"۔ لیکن یہ ایک نہایت شدید غلطی ہے۔ ان دونوں آیتوں میں قربانی کے لئے الفاظ بالکل جداگانہ استعمال ہوئے ہیں، جن کی بنا پر ان دونوں قربانیوں کو ایک نہیں کہا جاسکتا۔ یہاں قربانی کے لئے جو لفظ[۵۱] استعمال ہوا ہے وہ (Zabbach) ہے اور چھٹی آیت میں (oloth) اور (Shelaminu) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ واضح رہے کہ لفظ (Zabbach) سوختنی قربانی (Olath) پر حاوی نہیں۔[۵۲]

۹ویں آیت | اس آیت کے صرف ایک لفظ "گردن کش" کی تشریح ضروری معلوم ہوتی ہے۔ مفسرین بائبل کہتے ہیں کہ اس لفظ سے بنی اسرائیل کو ان چوپایوں سے تشبیہ دی گئی ہے جو لگام یا نکیل سے بچنے کے لئے گردن نہیں جھکاتے[۵۳]۔ اس لفظ سے ۲۵ویں آیت کے لفظ "بے قید" کا مقابلہ کیجئے۔ یہ دونوں الفاظ اسرائیلیوں کی باغیانہ ذہنیت کے شاہد ہیں۔

تیسرا پیراگراف

یہ پیراگراف صرف چار آیتوں پر مشتمل ہے۔

۱۵۔ اور موسیٰ پھر کر پہاڑ سے اتر گیا اور شہادت کی دونوں لوحیں اس کے ہاتھ میں تھیں وہ لوحیں

۵۱؎ ... W.L. Baxter (Sanct) 367

۵۲؎ اسمتھ بائبل ڈکشنری کے مضمون نویس Alfrid Barry نے لفظ Zabbach کی تشریح کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ "Thus it is opposid to "Minchah" P.S. XL. 6. & to "olath (the whole burnt offering) in rxodus x. 25, xviii. 12 etc with it the expiatory idia of saerific is naturally Conniected (Vol III P1076)

۵۳؎ Ingram Cobin PP. 100.

لکھی ہوئی تھیں اور دونوں طرف ادھر اور ادھر لکھی ہوئی تھیں۔

۱۶۔ اور وہ لوحیں خدا کے کلام سے تھیں اور جو کچھ لکھا ہوا سو خدا کا لکھا ہوا اور ان پر کندہ کیا ہوا تھا۔

۱۷۔ اور جب یوشع نے لوگوں کی آواز جو پکار رہے تھے سنی تو موسیٰؑ سے کہا کہ لشکر گاہ میں لڑائی کی آواز ہے۔

۱۸۔ موسیٰؑ بولا یہ تو نہ فتح کے شور کی آواز نہ شکست کے شور کی آواز ہے بلکہ گانے کی آواز میں سنتا ہوں۔

۱۷ویں اور ۱۸ویں آیت | اس پیراگراف کی صرف ۱۷ویں اور ۱۸ویں آیت پر ہمیں کچھ لکھنا ہے۔

آپ پانچویں اور چھٹی آیت کے ذیل میں پڑھ چکے ہیں کہ جب بنی اسرائیل نے "طلائی بچھڑا" بنایا تھا تو اس کے جواب میں "ہارون" کو ایک قربان گاہ بنانا پڑی تھی اور دوسرے دن صبح ہی سے ہر گروہ نے اپنے اپنے مراسم مذہبی کو جوش و خروش کے ساتھ ادا کرنا شروع کر دیا تھا۔ کوئی تعجب نہیں کہ "یہ مقدس اختلاف کسی بلوے یا فساد پر منتج ہوا ہو، بالخصوص اس حالت میں کہ دو متضاد قسم کی عبادتیں ایک ہی قوم اور ایک ہی مقام میں ادا کی جا رہی ہوں۔ یہودی روایات کے موجب موسیٰؑ اور ہارونؑ کے حقیقی بہنوئی "حور" کی شہادت[۵۳] (جو بہ اعتبار نیابت ہارونؑ کے درجے کے آدمی تھے) اسی اختلافِ خیال کا نتیجہ تھی۔

اب ۱۷ویں اور ۱۸ویں آیت پر غور کیجئے۔ یوشع جو مسلّمہ سپاہی تھے، لشکر گاہ میں لڑائی کی آواز سنتے ہیں۔ بخلاف اس کے موسیٰؑ جو مصری مراسمِ دینی سے کما حقہ واقف[۵۲] تھے۔ مذہبی گانے کی آواز محسوس کرتے ہیں۔ ۵۳

کیا عجب ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے اپنی اپنی جگہ جو کچھ سمجھا وہ ٹھیک ہی سمجھا ہو۔ موسیٰؑ کا یہ استدلال کہ "یہ نہ فتح کے شور کی آواز ہے اور نہ شکست کے شور کی" بالکل ٹھیک معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ دو منظم فوجوں میں بہرحال کوئی ٹکر نہیں تھی۔ یوشع کی سماعت کو وہم قرار دینا اس لئے مناسب نہیں کہ ایک تجربہ کار سپاہی سے ہم یہ امید نہیں کر سکتے۔

---

۵۱ ملاحظہ ہو پہلی آیت کی تشریح۔

۵۲ A. Churchward. (origin) 291 . . . .

۵۳ Smith. Bib. Dic (moses) Josephus PP.

چوتھا پیراگراف

یہ پیراگراف پہلے پیراگراف کی طرح نہایت اہم ہے، اس لئے اس کی تقریباً تمام آیتوں سے بحث کرنا ہے۔ اس پیراگراف میں موسیٰؑ بنی اسرائیل کی گمراہی کا "ہارونؑ" کو ذمہ وار قرار دیکر جواب طلب کرتے ہیں اور "ہارونؑ" اپنی صفائی پیش کرتے ہیں۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

۱۹۔ اور یوں ہوا کہ جب وہ لشکر گاہ کے پاس آیا اور بچھڑا اور راگ، اور ناچ دیکھا، تب موسیٰؑ کا غضب بھڑکا اور اُس نے لوحیں اپنے ہاتھوں سے پھینک دیں اور پہاڑ کے نیچے توڑ ڈالیں[۵۱]۔

۲۰۔ اور اس نے بچھڑے کو جسے انھوں نے بنایا تھا، لیا اور اس کو آگ سے جلایا اور پیس[۵۲] کر خاک سا بنایا اور اس کو پانی پر چھڑک کر بنی اسرائیل کو پلایا۔

۲۱۔ اور موسیٰؑ نے ہارونؑ سے کہا کہ ان لوگوں نے تجھ سے کیا کیا کہ تو ان پر اتنا بڑا گناہ لایا[۵۳]۔

۲۲۔ ہارونؑ نے کہا کہ میرے خداوند کا غضب نہ بھڑکے۔ تو اس قوم کو جانتا ہے کہ بدی کی طرف مائل ہے[۵۴]

۲۳۔ سو انھوں نے مجھے کہا کہ ہمارے لئے ایک معبود بنا، جو ہمارے آگے چلے کہ یہ مرد موسیٰؑ جو ہمیں مصر کے ملک سے نکال لایا ہم نہیں جانتے کہ اسے کیا ہوا۔

۲۴۔ تب میں نے انھیں کہا کہ جس کے پاس سونا ہو وہ توڑ لائے، انھوں نے مجھے دیا اور میں نے اسے آگ میں ڈالا۔ سو یہ بچھڑا نکلا

۱۹ ویں آیت ۱۹ ویں آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ لشکر گاہ میں داخلے کے وقت موسیٰؑ کو صرف تین باتیں قابلِ اعتراض نظر آئیں یعنی "بچھڑا[۱]" "راگ[۲]" اور "ناچ[۳]" چھٹی آیت کے تحت میں اس بات پر مفصل بحث ہو چکی ہے کہ یہ افعال محض "طلائی بچھڑا" بنانے والوں کے ساتھ مخصوص تھے۔ یہاں نہ سوختنی قربانی

---

[۵۱] مقابلہ کیجئے:۔ ولما رجع موسیٰ الی قومہ غضبان اسفًا قال بئسما خلفتمونی من بعدی اعجلتم امر ربکم والقی الالواح (۷: ۱۵۰) —— [۵۲] مقابلہ کیجئے:۔ وانظر الیٰ الھك الذی ظلت علیہ عاکفًا لنحرقنہ ثم لننسفنہ فی الیم نسفًا (۲۰: ۹۷) —— [۵۳] مقابلہ کیجئے۔ واخذ براس اخیہ یجرہ الیہ۔
[۵۴] قال: ابن ام، ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی فلا تشمت بی الاعداء ولا تجعلنی مع القوم الظالمین۔ (۷: ۱۵۰)

(Olath) کا کوئی ذکر ہے اور نہ سلامتی کی قربانی (Shelamim) کا، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں قربانیاں بت پرستوں سے متعلق نہیں تھیں۔ اس سے ہمارے خیال کی تائید ہوتی ہے کہ چھٹی آیت کا صرف آخری جزو طلائی بچھڑا پوجنے والوں سے متعلق ہے اور پوری آیت میں دو مختلف گروہوں کے افعال پائے جاتے ہیں۔[۵۱]

۲۰ ویں آیت | ۲۰ ویں آیت بھی ان آیتوں میں شامل ہونے کی مستحق ہے، جن سے چوتھی آیت کے "نئے ترجمے کی تصدیق ہوتی ہے۔ آیت کے یہ الفاظ کہ" اس نے اس بچھڑے کو جسے انھوں نے بنایا تھا لیا" صاف طور پر بتا رہے ہیں کہ یہ فعل بنی اسرائیل کی عام جماعت کا تھا نہ کہ "ہارون" کا۔

اس آیت سے موسیٰؑ کے اس اقتدار کا بھی اندازہ ہوتا ہے جو ان کو جماعت پر حاصل تھا۔ بلا کسی ادنیٰ مزاحمت کے اسرائیلیوں کا یہ "طلائی معبود" موسیٰؑ کے قبضے میں تھا۔ وہی معبود جو ہارونؑ کی آنکھوں کے سامنے بنا اور وہ نہ روک سکے۔ وہی معبود جو ہارونؑ کی مخالفت میں بنایا گیا[۵۲]۔ اور وہ کچھ نہ کر سکے اور وہی معبود جس کے جواب میں ہارون کو ایک قربان گاہ بنانا پڑی اور خداوند (یہواہ) کی عید کا اعلان[۵۳] کرنا پڑا یہ وہی معبود تھا جس پر لوگوں نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کے بہنوئی اور اپنے حاکمِ وقت "حور" کو بھینٹ[۵۴] چڑھا دیا تھا۔ اب یہی معبود جلایا جاتا ہے اور کوئی کچھ نہیں کہتا۔ یہی دیوتا اپنے پجاریوں کی آنکھوں کے سامنے پیسا جاتا ہے۔ اور لوگ خاموش ہیں۔ اس کی راکھ عقیدتمند عابدوں کے حلق میں ٹھونس دی جاتی ہے اور کوئی بغاوت نہیں کرتا۔ ہمیں موسیٰؑ کے اس اقتدار کے وجوہ سے تو کوئی بحث نہیں البتہ اس عجیب و غریب سزا پر غور کرنا چاہتے ہیں کہ اس کی "راکھ پانی پر چھڑک کر" بنی اسرائیل کو کیوں پلائی گئی؟

آپ گذشتہ سطور میں پڑھ چکے ہیں کہ یہ بچھڑا مصریوں کے مذہب کا ایک پرتو تھا[۵۵]۔ اہلِ مصر ان جانوروں کا گوشت قطعاً نہیں کھاتے تھے جن کو وہ دیوتا شمار کرتے تھے۔ یہ طلائی معبود زندہ جانور نہیں تھا کہ اس کا گوشت کھلایا جا سکے اس لئے اس کی راکھ گوشت کا بدل قرار دی گئی ہے[۵۶]۔

---

۵۱ پوری بحث چھٹی آیت کے تحت میں ملاحظہ ہو۔ ۵۲ سپٹواجنٹ ترجمہ کی آیت اول ۵۳ دیکھئے ۵ ویں آیت ۵۴ دیکھئے آیتِ اول کی تشریح۔ ۵۵ Gust Fr oh PP. 99 (Theo) ۵۶ Fuller on Exod XXXII. 20.

اب ظاہر ہے کہ یہ معبود یہواہ کی تمثیل نہیں ہوسکتا بلکہ یقیناً کسی مقدس جانور کی تشبیہ ہوگا جس کا گوشت بت پرستوں کی شریعت میں درجۂ حرمت رکھتا ہو۔

۲۱ ویں آیت | طلائی بچھڑے کو خاکستر کر چکنے کے بعد جو سب سے پہلا "فرض نبوت" تھا، موسیٰؑ اپنے نائب ہارونؑ سے جواب طلب کرتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کی اس گمراہی کا پورا پورا ذمہ دار ہارونؑ کو قرار دیا ہے لیکن آیت کے کسی لفظ سے بھی یہ پتہ نہیں چلتا کہ انھوں نے ہارونؑ پر "طلائی بچھڑا" بنانے کا الزام بھی لگایا تھا۔ بعض لوگ اس عبارت سے کہ "ان لوگوں نے تجھ سے کیا کیا تھا کہ تو ان پر اتنا بڑا گناہ لایا" یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں طلائی بچھڑا بنانے کی طرف اشارہ ہے، لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے۔ یہی جملہ ہمیں تکوین (۲۰: ۹) میں ملتا ہے، یہ وہ موقع ہے جہاں بقول مصنف تکوین حضرت ابراہیمؑ نے اپنی بیوی سارا کو ابی ملک کے خوف سے بہن ظاہر کیا تھا اور جب ابی ملک کو یہ معلوم ہوا کہ سارا ابراہیمؑ کی بیوی ہیں تو اس نے ابراہیمؑ کو بلا کر سارا کو واپس کر دیا اور ابراہیمؑ سے شکایت[1] کی۔ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"اور ابی ملک نے ابرہامؑ کو بلایا اور اس سے کہا کہ یہ کیا ہے جو تو نے ہم سے کیا اور میں نے تیرا کیا قصور کیا کہ تو مجھ پر اور میری بادشاہت پر ایک گناہِ عظیم لایا۔" (تکوین ۲۰: ۹)

اب یہ ظاہر ہے کہ ابراہیمؑ نے نہ تو ابی ملک کو اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ وہ سارا کے ساتھ عقد کرے اور نہ اس کی یہ خواہش ہوسکتی تھی کہ ابی ملک ان کی بیوی کو غصب کر لے۔ ہاں! ابراہیمؑ نے بخوفِ جان اس بات کا اظہار نہیں کیا کہ سارا ان کی بیوی ہیں اور بقولِ مصنف تکوین ایک ایسے عمل کو برداشت کر لیا جس کو انھیں بزور روک دینا تھا، یہی "سکوت" اور "برداشت" ابی ملک کی نظر میں گناہِ عظیم قرار دی گئی اور اس گناہ کی پوری ذمہ داری ابی ملک نے ابراہیمؑ پر ڈال دی۔ اس آیت کا بھی بالکل یہی مفہوم ہے۔ جو فعل ہارونؑ کو ہر قیمت پر روکنا چاہئے تھا اُسے نہ روک سکے حضرت

---

[1] ابراہیمؑ کے متعلق اور بہت سے قصے اسرائیلیوں اور ان کی وساطت سے مسلمانوں میں مشہور ہوگئے ہیں جو خود بائبل کی رو سے غلط ہیں۔ ان قصوں پر بھی (انشاء اللہ) کبھی بحث ہوگی۔ بالخصوص اس قصے پر۔

موسیٰ نے اسی کمزوری کو بنی اسرائیل پر گناہ وارد کرنے کا سبب قرار دیا۔

۲۲ ویں ۲۳ ویں آیت | ۲۱ ویں آیت کے مطابق طلائی معبود کو نذرِ آتش کرنے کے بعد موسیٰ نے ہارون کو بنی اسرائیل کی اس گمراہی کا ذمہ دار قرار دے کر جواب طلب کیا، اب ۲۲ ویں ۲۳ ویں اور ۲۴ ویں آیات میں اس کا جواب ہے۔

اس جواب کو نہایت ہی احتیاط اور غور سے پڑھنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ جواب کی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ جواب اس شخص کو دیا جا رہا ہے جس نے "بچھڑا بنانے کا الزام" ہارون پر لگایا تھا؟ یا یہ جواب کسی ایسے شخص کو دیا جا رہا ہے جس نے "بچھڑا بن جانے کی ذمہ داری" ہارون پر عائد کی تھی۔

۲۲ ویں آیت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ "بچھڑا بن جانے کی ذمہ داری" سے ایک قسم کا گریز ہے۔ ہارون موسیٰ سے کہتے ہیں کہ:۔

"میرے خداوند کا غضب نہ بھڑکے، تو اس قوم کو جانتا ہے کہ بدی کی طرف مائل ہے۔"

گویا اُس ذمہ داری کو جو بحیثیت نگراں ان پر عائد ہوتی تھی یہ بتا کر کچھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں کہ یہ قوم ابتدا ہی سے بدی کی طرف مائل ہے اور میری کوتاہی عمل و تدبیر کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ یہی نہیں بلکہ ان لوگوں کی بدی سے محبت کی تازہ ترشہادت اس مطالبے کو قرار دیتے ہیں جو انھوں نے معبود بنانے کے سلسلے میں خود ہارون سے کیا تھا۔

۲۳ ویں آیت ایک ایسے لفظ سے شروع ہوتی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۲۲ ویں آیت اپنے پورے مفہوم سے نامکمل رہیگی جب تک ۲۳ ویں آیت کے ابتدائی حصے کو اس میں داخل نہ کیا جائے تیئسویں آیت کی ابتدا انگریزی بائبلوں میں لفظ (For) اور اردو بائبلوں میں لفظ (سو) اور عربی میں (ف) سے ہوتی ہے جس کے معنی صاف طور پر یہ ہیں کہ بائیسویں آیت کے آخری حصے کو تیئسویں آیت کے ابتدائی حصہ سے ملا کر پڑھا جائے۔ اس طرح دونوں آیتوں کا مفہوم مکمل طور پر واضح ہو جائیگا ہم یہاں دونوں آیتوں کے تعلق کو لکھ کر دکھاتے ہیں۔

تو ان لوگوں کو جانتا ہے کہ یہ بدی کی طرف مائل ہیں سو انھوں نے مجھ سے کہا

کہ ہمارے لئے ایک معبود بنا۔"

Thou Knowest the people that they are set on mischief for they said unto me make us gods"

گویا بنی اسرائیل کی بدی کی طرف رغبت کو اس تازہ ترین واقعہ سے ثابت کیا جو ان سے سرزد ہوا تھا۔ ان دونوں آیتوں سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ ہارونؑ ایک ایسے شخص کو جواب دے رہے ہیں جس نے بچھڑا بن جانے کی ذمہ داری ان پر عائد کی ہو اور یہ بات اس کے پہلے سے علم میں ہو کہ ہارون کا اس گناہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان دونوں آیتوں سے یہ کہیں پتہ نہیں چلتا کہ ہارونؑ ایسے شخص کے سامنے جواب دہ ہیں جو بچھڑا بنانے کے الزام کو ان پر عائد کر رہا ہو۔

۲۴ ویں آیت | اب چوبیسویں آیت کو لیجئے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ہم نے دوسری اور تیسری آیت کے ذیل میں یہ لکھا تھا کہ ان آیتوں پر چوبیسویں آیت کے ساتھ مفصل غور کیا جائے گا۔ اس لئے کہ مفہوم کے اعتبار سے یہ آیتیں مشترک ہیں۔ یہاں دوسری اور تیسری آیت کے الفاظ کو دوبارہ ذہن نشین کر لیجئے۔

"ہارونؑ نے اُن سے کہا کہ سونے کے زیور جو تمہاری بیویوں اور تمہارے بیٹوں اور بیٹیوں کے کانوں میں ہیں توڑ توڑ کے میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ سب لوگ سونے کے زیور جو ان کے کانوں میں تھے توڑ توڑ کے ہارونؑ کے پاس لائے۔"

اس پر ۲۴ ویں آیت کے یہ الفاظ اور اضافہ کیجئے جو ہارونؑ نے موسیٰؑ سے انکشافِ واقعہ کے طور پر کہے۔

"انھوں نے یہ (سونا) مجھے دیا اور میں نے اسے آگ میں ڈال دیا۔"

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہارونؑ نے طلائی بچھڑا نہیں بنایا تھا تو پھر اس زیور کو کس غرض سے منگایا گیا اور کس لئے انھوں نے اس کو "آگ میں ڈالا"؟ کیا زیور کا منگانا اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ اس "طلائی دیوتا" کو بنانے کے لئے منگایا گیا تھا۔ لیکن اس اعتراض سے پہلے ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ "انبارِ طلائی" ان لوگوں کے پاس آیا کہاں سے تھا؟ سونے کی اتنی بڑی مقدار جس سے ایک مکمل

بچھڑا ڈھل سکے، کیا لوگوں کی ذاتی ملکیت تھی؟ ان سوالوں کے جواب پر یہ عقدہ خود بخود کھل جائیگا مفسرین بائبل کا خیال ہے کہ یہ وہی سونا تھا جو بنی اسرائیل موسیٰؑ کے اس حکم کے ماتحت مہاجرت کے وقت مصریوں سے لائے تھے [۵۱]

"ہر ایک مرد اپنے پڑوسی سے اور ہر ایک عورت اپنی پڑوسن سے چاندی کا مال اور سونے کا مال عاریت لیوے" (خروج ۱۱:۲)

کتاب خروج کے مطابق موسیٰؑ نے یہ حکم خدا کی مرضی اور نہ صرف مرضی بلکہ اس کی بتائی ہوئی تدبیر کے ماتحت دیا تھا۔

"اور میں ان لوگوں کو مصریوں کی نظر میں عزت دوں گا اور یوں ہوگا کہ جب تم جاؤ گے تو خالی ہاتھ نہ جاؤ گے بلکہ ہر ایک عورت اپنی پڑوسن سے جو اس کے گھر میں رہتی ہے چاندی سونے کا مال اور لباس عاریت لیگی اور تم اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو پہناؤ گے[۵۲] اور مصریوں کو غارت کردوگے[۵۳]" (خروج ۳:۲۲)

چنانچہ بارہویں باب کی ۳۶ ویں آیت سے واضح ہوتا ہے کہ ایک طرف وعدۂ الٰہی اور دوسری طرف

---

۵۱ Cobin P. 100

۵۲ اردو بائبل میں اس جگہ اور نیز خروج ۳ : ۲۲ ، ۱۲ : ۳۶ میں "چاندی کے برتن" اور "سونے کے برتن" ترجمہ کیا گیا ہے۔ لیکن انگریزی کے بائبل میں Juels of gold اور Juels of Silwar ترجمہ ہوا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جس عبرانی لفظ کا ترجمہ اردو میں "برتن" اور "انگریزی میں" Juels "کیا گیا ہے۔ اس کے مفہوم میں آلات (Weapons.) اوزار (Instruments) اور برتن (Versels) وغیرہ سب چیزیں شامل ہیں (دیکھو Cobin 65) اردو ترجمے میں چونکہ "برتن" کے لفظ سے تشریح اس طرح کی گئی ہے:۔

"اس لفظ سے "اشیا" مراد ہیں چاہے وہ برتن ہوں یا زیورات (Personal ornament) (Vol 11 . P 645) میرے خیال میں آخر الذکر مفہوم اس مقام کیلئے زیادہ موزوں ہے۔ تاہم میں نے بنظرِ احتیاط زیور کی بجائے لفظ "مال" استعمال کیا ہے۔ حالانکہ "زیور" کے لئے ایک یہ قرینہ بھی موجود تھا کہ خروج ۳:۲۲ میں اس کو پہننے کی چیز ظاہر کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں زیور ہی مراد ہے۔ (Smith Bib Dic Vol 11.P.646.)

۵۳ دوسری آیت سے مقابلہ کیجئے۔ ۵۴ مقابلہ کیجئے۔ (ولکنا حملنا اوزارا من زینۃ القوم (۲۰ : ۸۷)

موسیٰؑ کا حکم پورا ہوا:۔

"اور بنی اسرائیل نے موسیٰؑ کے کہنے کے موافق کیا اور انھوں نے مصریوں سے چاندی کا مال اور سونے کا مال اور کپڑے عاریت لئے اور خداوند نے ان لوگوں کو مصریوں کی نگاہ میں ایسی عزت بخشی کہ انھوں نے انھیں عاریت دی اور انھوں نے مصریوں کو لوٹ لیا۔"

ان آیتوں سے ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کا یہ فعل افراد کی انفرادی خواہشات کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ "ایک قوم" کے "قائد" نے "دوسری قوم" کو زک دینے کے لئے "اجتماعی طور" پر ایسا حکم دیا تھا جس سے "مدمقابل" کو "اجتماعی نقصان" پہنچے۔ یہ حکم ایک سرکاری حکم تھا جو بنی اسرائیل کو موسیٰؑ کی طرف سے ملا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ اس کا مقصد بھی "اجتماعی نفع اندوزی" اور "اجتماعی نقصان رسانی" کے علاوہ کچھ نہیں ہوسکتا۔ ایسے ہی مال کو لوٹ کا مال یا مالِ غنیمت کہا جاتا ہے۔ چنانچہ خروج ۱۲: ۳۶ اور ۳: ۲۲ میں اس مال کو "لوٹ" اور "غارت" کا مال اسی وجہ سے کہا گیا ہے۔

بنی اسرائیل جب اس مال کو لیکر نکلے تو فرعون کا تعاقب اور راستے کی دشواریاں اس بات کا موقع نہیں دے سکتی تھیں کہ اس "مالِ غنیمت" کو سرکاری طور پر جمع کیا جائے یا صرف کیا جائے۔ یہ پہلا موقع تھا جب بنی اسرائیل نے کچھ اطمینان کا سانس لیا اور اسی وقت ان کو اپنے "مصری دیوتا" یاد ہوئے۔ یہی وہ وقت تھا جب ہارونؑ کو اس مالِ غنیمت کے جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا جو بنی اسرائیل مصریوں کا لوٹ کر لائے تھے۔

ممکن ہے کہ ہارونؑ کے اس حکم کو کوئی مصلحت پسند "غیر سیاسی" یا "غیر مدبرانہ" شمار کرے اور کہے کہ عین اس وقت جبکہ بغاوت کے شعلے بھڑکنے ہی والے تھے، ہارون کا یہ مطالبہ نامناسب تھا لیکن اگر دیکھا جائے تو یہی بظاہر نامناسب مطالبہ بنی اسرائیل کی آئندہ حکومت کا سنگِ بنیاد ثابت ہوا۔ اور کیا معلوم کہ یہ "بغاوت" اور "طلائی معبود" کا مطالبہ اسی مالِ غنیمت کے مطالبے کی سن گن کا نتیجہ اور پیش بندی ہو۔ بہرحال بہت سے لوگ بہ طیبِ خاطر یا بادلِ ناخواستہ اس مالِ غنیمت کو "توڑ توڑ" کر ہارونؑ کے پاس لائے اور ہارونؑ نے اس کو لیا اور آگ میں ڈالا۔"

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سونا آگ میں کیوں ڈالا گیا؟ اسرائیلی تصور کے بموجب آگ ناپاک اشیا کو پاک کرنے کا ایک ذریعہ سمجھی جاتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ بت پرست قوموں سے حاصل کیا ہوا مالِ غنیمت مسلمہ طور پر ایک ناپاک شے خیال کیا جاتا تھا۔ اس سلسلے میں موسوی حکم کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں یہ الفاظ صرف مالِ غنیمت کے متعلق استعمال کئے گئے ہیں۔

"فقط سونا، چاندی، پیتل، لوہا، رانگا، سیسہ، اور وہ سب چیزیں جو آگ میں ڈالی جاتی ہیں۔ تم آگ میں ڈالو۔ اور وہ پاک ہوں گی۔ پھر انھیں جدائی کے پانی سے بھی پاک کرو پھر وہ سب چیزیں جو آگ میں نہیں ڈالی جاتیں تم انھیں اس پانی میں ڈالو" (گنتی ۳۱: ۲۲، ۲۳)

اب ہارونؑ کے ان الفاظ سے عبارتِ بالا کا مقابلہ کیجئے۔

"میں نے ان سے کہا کہ جس کسی کے پاس سونا ہے وہ توڑ لائے اور انھوں نے مجھے دیا۔ اور میں نے اسے آگ میں ڈالا۔"

بیشک مالِ غنیمت کا یہ سونا پاک ہی کرنے کی غرض سے آگ میں ڈالا جا سکتا تھا۔ اس آیت کے بعض الفاظ ابھی تشریح سے رہ گئے ہیں، پوری آیت اس طرح ہے: ہارونؑ کہتے ہیں۔

تب میں نے ان سے کہا کہ جس کسی کے پاس سونا ہو وہ توڑ لائے اور انھوں نے مجھے دیا اور میں نے اسے آگ میں ڈالا سو یہ بچھڑا نکلا۔"

چونکہ یہ آیت اور نیز ماقبل کی دو آیتیں ہارونؑ کی طرف سے جواب کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس لئے مفسرینِ بائبل کو اپنے سابقہ مفروضات کے ماتحت اس جواب میں پیچیدگی، عدم صفائی اور دروغ بیانی نظر آتی ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ جواب ناصاف یا غیر مکمل ہے بلکہ یہ حضرات اول تو چوتھی آیت سے یہ نتیجہ نکال لیتے ہیں کہ "طلائی بچھڑا" ہارونؑ نے بنایا تھا۔ اس کے بعد ان آیتوں سے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں "ہارون" اپنی ذات سے طلائی بچھڑا بنانے کا الزام دفع کر رہے ہیں۔ نتیجے کے طور پر قدرتاً ان کو جواب میں پیچیدگی اور عدم صفائی نظر آنے لگتی ہے۔ حالانکہ اگر دیکھا جائے تو واقعہ بالکل اس کے خلاف ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔ ہارونؑ پر "طلائی بچھڑا" بنانے کا الزام لگایا ہی نہیں گیا

تھا اور نہ انھوں نے اپنے جواب کو اس حیثیت سے پیش کیا ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ وہ اس الزام کو اپنے اوپر سے اٹھا رہے ہیں۔ یا اس جرم کی وجہ سے معذرت کر رہے ہیں بلکہ انھوں نے یہاں جو کچھ بھی کہا ہے، محض انکشافِ واقعہ کے طور پر ہے سب سے پہلے وہ بچھڑا بن جانے کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ یہ قوم بدی کی طرف مائل ہے اور اس کا ثبوت یہ دیتے ہیں کہ انھوں نے مجھ سے ایک معبود بنانے کی خواہش کی For they said unto me make us gods. اس کے بعد وہ اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ میں نے ان سے سونا مانگا (وہی سونا جو مالِ غنیمت کا تھا اور جو ان کی بیٹوں اور بیٹیوں کے کانوں میں" ذاتی ملکیت کی حیثیت سے موجبِ زینت تھا) لوگ سونا لائے اور میں نے ان سے (پاک کرنے کی غرض سے) آگ میں ڈالا" سو یہ بچھڑا نکلا" یعنی ان لوگوں نے سونے پر قبضہ کرکے بچھڑے کی شکل میں منتقل کر دیا"

اس آخری ٹکڑے (یعنی سو یہ بچھڑا نکلا) سے ممکن ہے کہ بعض لوگ یہ نتیجہ نکالیں کہ یہ گویا بچھڑا بنانے کا ایک طرح سے اقبال یا اقرار ہے۔ لیکن بائبل کے تقریباً تمام بڑے بڑے مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ ان الفاظ میں ایسا کوئی مفہوم نہیں ہے، پول (.Pool) اور صرف Shuelb[1] جیسے متبحر علما نے ان الفاظ کا وہی مفہوم سمجھا ہے جس کا ہم نے بار بار اعادہ کیا ہے یعنی یہ بچھڑا بنی اسرائیل نے بنایا۔ ملاحظہ ہو۔

سو یہ بچھڑا نکلا۔ یعنی ان لوگوں	Came out their Calf
نے بعد میں اس کو بچھڑے کی صورت	that is they afterwards
میں منتقل کر دیا ۲	made it into a calf.

صرف (Shuelb) اور پول (Pool) ہی نہیں، وہ تمام مفسرین بھی جو بچھڑا بنانے کا الزام

---

[1] (Shuelb) تو وہی عالم ہے جس کی چوتھی آیت کے ترجمے پر اس پوری بحث کی بنیاد رکھی گئی ہے یہاں (Pool) کی تائید اس کو مزید حاصل ہے (Pool) کے متعلق دیکھو Imp. Bio Dic PP gartous Bio Dic

[2] Ingram Cobin P101.

ہارونؑ پر لگاتے ہیں، اس بات پر متفق ہیں کہ اس جگہ ہارونؑ نے بچھڑا بنانے کے گناہ کو دوسروں پر عائد کیا ہے[5]۔ اور اپنے آپ کو قطعاً غیر متعلق ظاہر کیا ہے[6]۔

ان مفسرین کا یہ بھی خیال ہے کہ ہارون کا اپنے آپ کو غیر متعلق ظاہر کرنا اور دوسروں پر الزام عائد کرنا ان کے کردار کی کمزوری اور دروغ پسندی کا ثبوت ہے۔

ہمیں ان عقیدتمندوں کے ایمانیات سے کوئی تعرض نہیں، لیکن اس قدر ضرور معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ بائبل کی صرف ایک آیتہ کے چند مشتبہ الفاظ کی بنیاد پر جس کے معنی کا اختلاف تسلیم کیا جا چکا ہے۔ خداوند کے مقدس مرد" ہارونؑ کی گواہی جو وہ اپنی صفائی میں نہیں اظہار واقعہ کے طور پر پیش کرنا چاہتے ہیں کیوں قبول نہیں؟

پانچواں پیراگراف

اس پیراگراف کی بھی تقریباً تمام آیتوں سے ہمیں بحث کرنا ہے۔

۲۵۔ اور جب موسیٰؑ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ بے قید ہو گئے (کہ ہارونؑ نے انھیں ان کے مخالفوں کے روبرو ان کی رسوائی کے لئے بے قید کرایا تھا)

۲۶۔ تب موسیٰؑ لشکرگاہ کے دروازے پر کھڑا ہوا اور کہا جو یہواہ کی طرف ہو، سو میرے پاس آئے تب سب بنی لاوی اس کے پاس جمع ہوئے۔

۲۷۔ اور اس نے ان سے کہا کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے فرمایا ہے کہ تم میں سے ہر مرد اپنی کمر پر تلوار باندھے اور ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک تمام لشکرگاہ میں گذرتے پھرو اور ہر مرد تم میں سے اپنے بھائی کو اور ہر ایک آدمی اپنے دوست کو اور ہر آدمی اپنے قریب کو قتل کرے

۲۸۔ اور بنی لاوی نے موسیٰؑ کے کہنے کے موافق کیا۔ چنانچہ اس دن لوگوں میں سے تقریباً تین ہزار مارے گئے۔

۲۹۔ اور موسیٰؑ نے کہا کہ آج خداوند کے لئے اپنے آپ کو مخصوص کرو، ہر ایک مرد اپنے بیٹے اور اپنے بھائی پر حملہ کرے تاکہ وہ تمہیں آج ہی برکت دے اور آج اپنے اوپر برکت لاؤ۔

۲۵ ویں آیت | اس آیت کا آیتِ ماقبل (یعنی ۲۴ ویں آیت) سے نہایت ہی گہرا تعلق ہے۔ اور یہ موسیٰؑ کے اس احساس کو ظاہر کرتی ہے جو ہارون کی زبانی واقعے کی اصلیت معلوم کرنے کے بعد پیدا ہوا۔ اس اعتبار سے یہ آیت گویا آیتِ ماقبل کی ایک تفسیر ہے اس کے یہ الفاظ:-

"جب موسیٰؑ نے یہ دیکھا کہ لوگ بے قید ہو گئے"

دونوں لیڈروں کی گفتگو کے نتیجے کو ظاہر کرتے ہیں اور ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ موسیٰؑ نے ہارونؑ کے الفاظ "سو یہ بچھڑا نکلا" کا مفہوم کیا سمجھا۔

آپ گذشتہ آیات میں پڑھ چکے ہیں کہ موسیٰؑ نے راگ اور ناچ حتیٰ کہ طلائی بچھڑا دیکھنے کے بعد بھی لوگوں پر تلوار نہیں اٹھائی بلکہ بچھڑے کو جلانے اور اس کی راکھ کو پانی میں گھول کر پلانے پر اکتفا کیا۔ اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہنوز ان کو واقعہ کی پوری تفصیل اور اصلیت کا علم نہیں ہوا تھا، نہ اصل مجرموں کا پتہ چل سکا تھا۔ لیکن ہارونؑ سے گفتگو کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ ایک "پوری جماعت" "بے قید" ہوگئی ہے۔ اس کی مرکزیت کا بالکل خاتمہ ہو چکا ہے۔ اس نے حاکمِ وقت کو قتل کر ڈالا ہے۔ غنیمت کے سونے پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس سونے سے ایک بت ڈھالا ہے۔ غرض وہ سب کچھ کیا ہے جو ایک "گردن کش" "بدی کی طرف مائل" اور "بے قید" جماعت کو کرنا چاہئے تھا۔

اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے جو ایک طرف خدا اور دوسری طرف حکومتِ الٰہیہ کے مقابلے میں تھی۔ اب تلوار اٹھانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا، چنانچہ آئندہ آیات سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ بلا امتیاز خویش و اقارب ہر مجرم کو قتل کر دیا گیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تلوار کی حکمتِ عملی سے ہارونؑ نے بھی تھوڑا بہت کام لیا جیسا کہ اس آیت کے عبرانی متن سے معلوم ہوتا ہے لیکن یہ اقدام ہنوز نامکمل اور شاید غیر منظم صورت میں تھا۔ اس عبرانی متن کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے۔

اور جب موسیٰؑ نے دیکھا کہ	And when Moses saw
لوگ بے قید ہو گئے (کہ ہارونؑ	that the peopl were
نے انہیں	naked (for Haron had
روبرو جوان کی مخالفت میں	mad them naked unto
اٹھ کھڑے ہوئے تھے ان کی رسوائی	their shawe amongest
کے لئے بے قید کیا تھا۔	those that rose up
	agaust them.

اس ترجمے سے یہ بات بالکل صاف اور واضح ہو جاتی ہے کہ موسیٰؑ کی واپسی سے پہلے بنی اسرائیل کا ایک گروہ جو "ہارونؑ" کے طرف داروں میں تھا ان باغیوں اور بت پرستوں کی مخالفت میں اٹھ چکا تھا" لیکن شاید ہنوز پورے طور پر منظم نہ ہوا تھا۔ ہم نے اس خیال کا اظہار چھٹی، ۱۷ ویں اور ۱۸ ویں آیت کے ذیل میں کیا تھا۔ اس کی مزید تائید آئندہ آیات سے بھی ہوتی ہے۔

ہر چند کہ یہ ترجمہ جو اصل عبرانی متن کا ہے "غیر مسلمہ" ترجمہ نہیں ہے لیکن چونکہ عام طور پر موجودہ تراجم کا متن اس سے کچھ مختلف ہے اس لئے شاید کسی کو ماننے میں تامل ہو۔ اس لئے ہم یہ بتا دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ موجودہ تراجم کا متن بھی ہمارے خیال کی کسی طرح تردید نہیں کرتا۔ بلکہ اسی قدر تائید کرتا ہے، جتنا کہ یہ ترجمہ۔ ہاں وہ ایسا صاف اور واضح نہیں ہے۔

دوسری بات یہ قابلِ غور ہے کہ اس آیت کا جو حصہ قوسین کے اندر جملۂ معترضہ کے طور پر نظر آتا ہے، بظاہر کسی مابعد کے شخص کا اضافہ معلوم ہوتا ہے جس نے وضاحت کے لئے[۲] اپنا ذاتی خیال یہاں

---

[۱] Cambridge para sraph Bible PP 76. . . .

[۲] زمانۂ حال میں تو یہ خیال عام طور پر قبول کر لیا گیا ہے کہ بائبل کے موجودہ متن میں بہت سے اضافے اور ترمیمیں ہوتی رہی ہیں۔ لیکن قدما بھی ان اضافوں سے بے خبر نہ تھے چنانچہ "ابن عذرا" نے بارہویں صدی میں اس بات کا اظہار کیا تھا کہ متعدد آئتیں "یقینی" طور پر مابعد کا اضافہ ہیں ۲:۱۲ و ۳۶: ۳۱، اعداد ۱۲ : ۶ / ۷؛ اور استثنا ۳۴ : ۶، ۱۰ کو بطور حوالہ پیش کیا تھا۔ سنولا کی رائے میں یہ اضافہ کسی ترتیب کنندۂ مابعد (باقی حاشیہ صفحہ ۴۳ پر ملاحظہ ہو)

لکھ ڈالا۔ اس قسم کے اضافے ہم کو قدم قدم پر ملتے ہیں اور بائبل سے دلچسپی رکھنے والوں کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ تاہم اگر اس کو اضافہ نہ بھی شمار کیا جائے تو بھی اس آیت کا مطلب اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ ہارون کی نرمی نے لوگوں کو ایک ایسی بے لگامی کا موقع دیا جس کو اسرائیلیوں کی ایک جماعت نے اس وقت بھی ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا۔

۲۶ ویں آیت | ۲۶ ویں آیت اس سلسلے میں ایک نہایت ہی اہم شہادت ہے۔ اس آیت سے بعض باتیں بالکل صاف ہو جاتی ہیں۔

آیت کے یہ الفاظ کہ (موسیٰ نے) کہا جو خداوند (یہواہ) کی طرف ہو میرے پاس آئے۔ ہمارے اس خیال کی تائید کرتے ہیں کہ "طلائی بچھڑا" بن جانے کی وجہ سے اسرائیلی کم سے کم دو گروہوں میں ضرور منقسم ہو گئے تھے اور ان میں سے ایک گروہ یقیناً "یہواہ کے ساتھ" تھا۔ اور یہ وہی گروہ تھا جس نے ہارون کی منادی پر دوسرے دن "یہواہ کی عید" منائی تھی[1] اور یہ وہی گروہ تھا جو ان بچھڑا بنانے والوں کے خلاف اٹھا تھا اور ان کو ذلیل نظروں سے دیکھتا تھا[2]۔

یہ پورا گروہ کن کن قبائل پر مشتمل تھا؟ اس کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اس ۲۶ ویں آیت سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲) (margend - Later Editor.) کے نوٹ یا حاشیے کی تشریحات (amothan) تھیں جنھوں نے اصل متن میں کسی طرح راہ پالی (دیکھئے Lais P 55) یہ تحریفات اور اضافے نہایت ہی آخری زمانے تک جاری رہے (Delltzsch) کی رائے ہیں "وہ طریقہ جن سے توریت کی موجودہ شکل بن گئی، جلاوطنی کے زمانے کے بعد تک جاری رہے اور گمان غالب ہے کہ سامریوں کی توریت اور اسکندریہ کے ترجمے کی تصنیف ہونے تک کام میں آتے رہے (Scott کی رومن تفسیر استثناص ۶۱۷) صفر اعداد کے بارہویں باب کی تیسری آیت بھی اتفاق سے اسی قسم کا اضافہ ہے اور قوسین کے اندر ہونے کی وجہ سے بظاہر ایک جملۂ معترضہ معلوم ہوتا ہے اس آیت کے متعلق (Dr. W. H. green.) فرماتے ہیں "اگر ہم اس بات کو بھی تسلیم کر لیں کہ چند ایسی نظیریں بھی ہیں جن میں کسی مستند شخص نے کوئی لفظ یا آیت یا کسی تحریر کا حصہ جداگانہ براہِ تفسیر یا تحریر کی تکمیل کے لئے مندرج کر دیا ہے، تو ہم بھی اس بات کا انکار نہیں کر سکتے کہ موسیٰؑ توریت کا مصنف نہیں ہے۔ (دیکھو Scott تفسیر اعداد ص ۱۴۳)

(حاشیہ صفحہٗ ھذا) [1] دیکھو آیت ۵، ۶ - [2] دیکھو آیت ۲۵۔

صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ اس گروہ میں ہارونؑ[1] کا پورا قبیلہ یعنی بنی لاوی بہرحال مجموعی طور پر شامل تھا، جنھوں نے نہ صرف اپنے ایمان کو سالم رکھا بلکہ اصلاح کی خاطر اپنے آپ کو بطور رضاکار موسیٰؑ کے حوالے کر دیا۔

اب اگر ہارونؑ واقعی بچھڑا بنانے سے اسی قدر دلچسپی رکھتے جتنی کہ یہاں کی جاتی ہے تو ان کا قبیلہ اس بدعت سے کس طرح محفوظ رہتا۔ اور اپنے شیخ کے عمل سے کیوں نہ متاثر ہوتا؟ قبائلی زندگی میں یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ شیخ قبیلہ اس طرح اپنے خیالات اور اعمال کے لحاظ سے منفرد رہ سکے وہ یقیناً اپنے قبیلے کی اکثریت کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس لئے اس آیت سے صرف یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ جب تمام یا اکثر قبائل ہارونؑ سے منحرف ہو گئے اس وقت بنی لاوی جو ان کا اپنا قبیلہ تھا اپنے شیخ کے گرد جمع رہا اور اس کے احکام کی تعمیل کرتا رہا۔

۲۷ویں ۲۸ویں اور ۲۹ویں آیت ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ ویں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب موسیٰؑ کے گرد بنی لاوی جمع ہو گئے تو اب اس گناہ کے کفارے کا وقت آیا اور اصلی مجرموں کو سزا دہی کے لئے آپ نے "لاویوں" کو مامور کیا۔ "لاویوں" کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ نہ اپنے قریبی عزیز نہ کسی گہرے دوست حتیٰ کہ بیٹے یا بھائی کی بھی کوئی رعایت نہ کریں بلکہ تمام اُن لوگوں کو جو اس جرم کے مرتکب ہوئے تھے بے دریغ قتل کر دیا جائے۔

یہ حکم موسوی شریعت کا ایک اہم جزو تھا اور توریت میں جگہ جگہ اس کی تکرار اور نظائر نظر آتے ہیں یہاں ہم طوالت کے خوف سے محض دو ایک مقامات نقل کرتے ہیں جس سے اس حکم کی اہمیت کا اندازہ ہو گا۔ ملاحظہ ہو: خدا فرماتا ہے:۔

> "اور اگر تمہارے درمیان کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا ظاہر ہو اور تمہیں کوئی نشان یا معجزہ دکھائے اور اس نشان یا معجزے کے مطابق جو اس نے تمہیں دکھایا بات واقع ہو اور وہ تم سے کہے کہ آؤ ہم غیر معبودوں کی جنھیں تم نے نہیں جانا پیروی کریں اور ان کی بندگی کریں

---

[1] یہودی اس بات کے قائل ہیں کہ "لاویوں" کا پورا قبیلہ اس بدعت سے محفوظ رہا (R. Geiger P. 135.

..... تو ..... وہ نبی یا خواب دیکھنے والا قتل کیا جائے گا کیونکہ اس نے خداوند تمہارے خدا سے جو تم کو مصر سے باہر نکال لایا ... پھرانے کے لئے کہا (استثنا ۱۳: ۱، ۲، ۵...)

پھر حکم دیا جاتا ہے۔

اگر تیرا بھائی جو تیری ماں کا بیٹا ہے یا تیرا ہی بیٹا یا بیٹی یا تیری ہمکنار بیوی یا تیرا دوست جو تجھے تیری جان کی برابر عزیز ہے تجھے پوشیدہ طور پر پھسلائے اور کہے کہ آؤ غیر معبودوں کی پرستش کریں جن سے تو اور تیرے آبا و اجداد واقف نہیں تھے؛ یعنی ان لوگوں کے معبودوں میں سے جو تمہارے گرداگرد تمہارے نزدیک یا تم سے دور زمین کے اس سرے سے اُس سرے تک رہتے ہیں تو تو اس سے موافق نہ ہونا۔ نہ اس کی بات سننا، تو اس پر رحم کی نگاہ نہ رکھنا، تو اس کی عاریت نہ کرنا تو اُسے پوشیدہ نہ رکھنا بلکہ تو اس کو ضرور قتل کرنا۔ اس کے قتل پر پہلے تیرا ہاتھ پڑے اور بعد اس کے سب قوم کا" (استثنا ۶:۱۳ ۹)

ایک اور مقام ملاحظہ ہو جو ان احکام کی نظیر شمار ہو سکتا ہے۔

"ان لوگوں نے موابیوں کی بیٹیوں سے حرام کاری شروع کی، انھوں نے اپنے معبودوں کی قربانیوں پر لوگوں کی دعوت کی۔ سو لوگوں نے کھایا اور ان کے معبودوں کو سجدہ کیا اور اسرائیل "بعل فغور" سے ملے۔ تب خداوند کا قہر بنی اسرائیل پر بھڑکا اور خداوند نے موسیٰؑ سے فرمایا کہ قوم کے سارے سرداروں کو پکڑ اور ان کو خداوند کے لئے آفتاب کے مقابل لٹکا دے تاکہ خداوند کا غضب کا بھڑکنا اسرائیل پر سے ٹل جائے۔ سو موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کے حاکموں سے کہا کہ تم میں سے ہر ایک اپنے لوگوں کو جو بعل فغور سے مل گئے ہیں قتل کرے (اعداد ۲۵ - ا ت ۵)

اب ملاحظہ فرمائیے کہ ایک طرف تو موسیٰؑ اس قدر سخت احکام دیتے ہیں کہ کوئی اپنے بیٹے بھائی، بیوی، یا کسی دوسرے قریبی دوست کی کوئی رعایت نہ کرے۔ کسی رشتے یا کسی مادی تعلق کو توحید الٰہی میں مخل نہ ہونا چاہئے۔ اور بے دریغ ہر شخص اپنے جگر پاروں کو تلوار کی دھار کے نذر کر دے

لیکن دوسری طرف ہارونؑ پر جو ان کے بڑے بھائی ہیں اور اس پورے فتنے کی بنیاد شمار ہوتے ہیں اس قدر مہربانی ہے کہ ان سے دوسری مرتبہ سوال بھی نہیں ہوتا۔ کونسی عقل اس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ موسیٰؑ جیسے کیریکٹر کا انسان احکاماتِ الٰہی کی اتنی کھلی نافرمانی کرے گا۔ اور وہ تمام باتیں جو دوسروں کے لئے فرض کی جاتی ہیں اپنے اوپر حرام کر لیگا۔

کیا یہ تمام آیتیں اس بات کی کھلی شہادت نہیں کہ ہارونؑ اس جرم سے بری تھے۔ مجھے یقین ہے کہ موسیٰؑ کو ہارونؑ کی طرف سے ادنیٰ شبہ بھی ہوتا تو ہارونؑ سب سے پہلے وہ شخص ہوتے جن کو قتل یا سنگسار کیا جاتا تاکہ موسیٰؑ کی قیادت باقی رہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو موسیٰؑ کے احکام کی نوعیت یہ نہ ہوتی جو ہم کو نظر آتی ہے۔ قائد ہونے کی حیثیت سے وہ کوئی ایسا حکم نہیں دے سکتے تھے جس کی وجہ سے دوسرے لوگوں کو انگشت نمائی کا موقع ملے۔ اور نبوت کی شان سے تو یہ بالکل بعید ہے۔

یہاں یہ بات خاص طور پر قابلِ لحاظ ہے کہ اس قتل عام کا حکم "بنی لاوی" کو دیا گیا تھا، جو خود ہارونؑ کا قبیلہ تھا۔ حکم میں یہ صراحت موجود تھی کہ ہر شخص اپنے قریبی سے قریبی دوست حتیٰ کہ حقیقی بھائی کو بھی قتل کر ڈالے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ لاویوں میں سے کسی ایک حق پرست کی تلوار ہارونؑ کے سر پر نہیں چمکی۔ سچ ہے! یہ کام خود موسیٰؑ کا تھا جو ہارونؑ کے حقیقی بھائی تھے۔ لیکن شاید موسیٰؑ کا علم و یقین ہم سے کچھ مختلف تھا۔

اب یہاں "ہارونؑ کے قبیلے" کی اس خدمتِ جلیلہ کے "صلے" پر بھی نظر ڈال لیجئے۔ اس انعام پر جو خدا کی طرف سے اس مقدس جماعت کو ملا۔ موسیٰؑ نے ان لوگوں کو (مجرموں کے) قتلِ عام کا حکم دیتے وقت یہ وعدہ کیا تھا کہ اس خدمت کے صلے میں تمہیں آج ہی برکت دی جائے گی۔

"ہر ایک مرد اپنے بیٹے اور اپنے بھائی پر حملہ کرے تاکہ وہ تمہیں آج ہی برکت دے اور تم آج ہی برکت پاؤ" (۲۹ ویں آیت)

مفسرین کا خیال ہے کہ لاویوں کے سپرد مقدس "مسکنِ الٰہی" کی نگرانی اسی خدمتِ جلیلہ کے

صلے میں تفویض ہوئی تھی۔ یہ عزت صرف ان لوگوں ہی تک محدود نہیں تھی بلکہ نسل در نسل ہمیشہ کے لئے عطا کی گئی تھی۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ عین اس گناہِ عظیم کے بعد ہارونؑ اور نہ صرف ہارونؑ بلکہ ان کی اولاد کو نسل در نسل کہانت عظمیٰ کا عہدہ وہ عہدہ جس پر موسیٰؑ کی اولاد بھی کبھی فائز نہ ہوسکی۔ کس خدمت کے صلے میں عطا ہوا؟

"یہ بات کچھ کم قابلِ لحاظ نہیں ہے کہ اس گناہِ عظیم کے فوراً بعد اور ٹھیک اس طرح جیسے یہ گناہ سرزد ہی نہ ہوا تھا خدا کے مضبوط انتظامی مقاصد پر ہارون کی تقدیس کے ذریعے سے جو کہانت عظمیٰ کے نئے عہدے سے کی گئی عمل درآمد ہوا" [۵۲]

چھٹا پیراگراف

خروج کے بتیسویں باب کا یہ آخری پیراگراف ہے۔

۳۰۔ اور دوسرے دن صبح کو یوں ہوا کہ موسیٰؑ نے لوگوں سے کہا کہ تم نے بڑا گناہ کیا اور اب میں یہواہ کے پاس اوپر جاتا ہوں کہ شاید میں تمہارے گناہ کا کفارہ کروں۔

۳۱۔ چنانچہ موسیٰؑ خداوند کے پاس پھر گیا اور کہا کہ ہائے ان لوگوں نے بڑا گناہ کیا کہ اپنے لئے سونے کا معبود بنایا۔ اور اب کاش کہ تو ان کا گناہ معاف کرتا۔ مگر نہیں تو میں تیری منت کرتا ہوں کہ مجھے اپنے اس دفتر سے جو تو نے لکھا ہے میٹ دے۔

۳۲۔ اور خداوند نے موسیٰؑ سے کہا کہ جس[۵۳] نے میرا گناہ کیا ہے میں اس کو اپنے دفتر سے میٹ دونگا

۳۴۔ اور اب روانہ ہوئے لوگوں کو جہاں میں نے تجھ سے کہا ہے لے جا۔ دیکھ میرا فرشتہ تیرے آگے چلے گا۔ لیکن میں اپنے مطالبے کے دن ان سے اپنی خطا کا مطالبہ کروں گا۔

---

۵۱ E.M. Edersheim (Laws & polity PP.15

۵۲ Smith Bib Dic PP. 1 (Aaron)

۵۳ مقابلہ کیجئے۔ ان الذین اتخذوا العجل سینالھم غضب من ربھم وذلۃ فی الحیوۃ الدنیا وکذلک نجزی المفترین (۷ : ۱۵۲)

۳۵۔ اور خداوند نے ان کے بچھڑا بنانے کے سبب جسے ہارونؑ نے بنایا تھا مری بھیجی۔

اس پیراگراف میں بجز آخری آیت کے کوئی آیت زیادہ بحث ونظر کی محتاج نہیں، اس لئے ہم اس کی تمام آیتوں پر بحیثیتِ مجموعی غور کریں گے۔

پیراگراف کی ۳۰ ویں اور ۳۱ ویں آیت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بچھڑا ہارونؑ نے نہیں بلکہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت نے بنایا تھا۔ ان آیتوں میں بھی ویسی ہی جمع کی ضمیریں موجود ہیں جو ہمارے نئے ترجمے میں پائی جاتی ہیں۔ جس سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ ہمارا نیا ترجمہ ٹھیک ہے۔

۳۱ ویں آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰؑ نے اپنی قوم کی سفارش کی کہ ان کو معاف کر دیا جائے لیکن ۳۳ ویں آیت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ سفارش پورے طور پر مقبول نہیں ہوئی اور خدا نے موسیٰؑ کو بتایا کہ "جس نے میرا گناہ کیا ہے اس کو میں اپنے دفتر سے میٹ دوں گا" یعنی ہلاک کر دوں گا۔ اب ۳۵ ویں آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی وعدے کے بموجب اسرائیلیوں پر مری بھیجی گئی۔ لیکن کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اصل "گناہ گار" جو اس پورے فتنہ کی بنیا دکہا جا سکتا ہے نہ موسیٰؑ اور بنی لاوی" کی تلوار کی نذر ہوا اور نہ اس "مری" Plauge میں مبتلا ہوا جو خدا نے محض اس کے گناہ کے سبب سے نازل کی تھی۔ بلکہ ہم خروج کے ابواب ما بعد میں اس کی برومندی اور خدا کی انتہائی رضامندی کو نمایاں طور پر دیکھتے ہیں۔

اب اس پیراگراف کی آخری آیت جو اس پورے قصے کی اختتامی آیت کہی جا سکتی ہے ملاحظہ ہو۔ یہ آیت بھی بظاہر اتنی ہی گمراہ کن معلوم ہوتی ہے جس قدر چوتھی آیت لیکن اس آیت پر ہم بہت زیادہ بحث اس لئے نہیں کرنا چاہتے کہ آیاتِ ما سبق سے ہارونؑ کی پوری پوری بریت ظاہر ہو چکی ہے تاہم اس کو نظر انداز کرنا بھی مناسب نہیں۔

آیت کے الفاظ کو بغور ملاحظہ فرمائیے۔ تقریباً تمام ترجموں میں ایک ہی فعل کو مکرر طور پر دو مختلف شخصیتوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

And the lord plauged the people because

they made the Calf which Haron made.

عربی ترجمہ ملاحظہ ہو:-

فضرب الرب الشعب، لانھم صنعوا العجل الذی صنعہ ھٰرون۔

ان ترجموں کو دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کاتب نے لکھتے لکھتے ایک خیال کو ترک کرکے فوراً دوسرا خیال اختیار کرلیا پہلے اس کے قلم سے وہی عبارت نکلی جس کا سوقِ کلام مقتضی تھا اور اس نے اس فعل کو بنی اسرائیل کی طرف منسوب کیا۔ لیکن اس کے فوراً بعد (اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ مکرر جملہ ایک ہی شخص کے قلم کا نتیجہ ہے) اس نے اپنے مخصوص خیال کا بطور وضاحت اضافہ کردیا[1]

لیکن اگر ہم اس آیت کے متعلق بدگمانی میں مبتلا نہ بھی ہوں تو بھی ہارونؑ کے خلاف اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ آیت میں نفسِ فعل جماعت کی طرف منسوب ہے اور جماعت کا سردار ہونے کی وجہ سے اس کی ذمہ داری ہارونؑ پر بھی عائد کی گئی ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ مری Plauge. جو اس فعل کا نتیجہ تھی جماعت پر بھیجی گئی اور ہارونؑ اس سے بالکل محفوظ رہے۔ ورنہ ۳۳ویں آیت کے بموجب مری ہارونؑ کی طرف بھیجی جاتی اور جماعت اس سے محفوظ رہتی۔

گزشتہ اوراق میں آپ نہ صرف "خروج" کے ۳۲ویں باب کی ایک ایک آیت پر نظر ڈال چکے بلکہ توریت، انجیل اور دوسری کتب انبیا کی وہ تمام آیات جن کا تعلق کسی نہ کسی طرح اس سنہری بچھڑے سے تھا مطالعہ کرچکے ہیں اور اب شاید پورے وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ مجموعۂ بائبل میں ایک آیت بھی ایسی نہیں جس کا تعلق اس واقعے سے ہو اور وہ آپ کی نظر سے نہ گزری ہو۔

---

[1] مشہور مفسر خروج ڈرایور Driver کی رائے ملاحظہ ہو۔

. . . wilwich Aaron made) The words read like a Seribis Corseelion of the leos exact "They made" Just before.
(Cambriedg Bib "Exod" PP. 357.

ہم نے ان آیات کو نہ صرف اس لئے کہ یہ تمام کی تمام ہمارے خیال کی موافقت میں تھیں آپ کے روبرو پیش کیا ہے بلکہ ہمارا مقصد چونکہ اس بحث کے ہر گوشے کو نمایاں کرنا تھا اس لئے تمام متعلقہ آیات کا جمع کرنا ضروری تھا۔ ان آیات سے آپنے اندازہ لگایا ہوگا کہ خروج کی ۴ تھی آیت کے مروجہ ترجمے کے علاوہ ہارونؑ پر یہ الزام کہیں نظر نہیں آتا۔

اس ترجمے کے متعلق جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں ہمیں یہ بات تسلیم ہے کہ قواعدِ زبان کے اعتبار سے ایک ترجمہ اس طرح بھی کیا جا سکتا ہوگا جس طرح مروجہ بائبلوں میں موجود ہے۔ نیز ہمیں اس بات کے کہنے کی بھی جرأت نہیں کہ مترجمین بائبل نے ازراہِ خیانت کسی لفظ کو گھٹا بڑھا کر یہ ترجمہ کیا ہوگا۔

ہمیں اعتراض ہے تو یہ ہے کہ اس ترجمے میں بائبل کے دوسرے مقامات اور ان خیالات، یا عقائد کو جو اس "مقدس" کتاب نے ہارونؑ کے متعلق پیش کئے ہیں، بالکل ملحوظ نہیں رکھا گیا حتی کہ خود ۳۲ ویں باب کی (جس کے اندر یہ آیت ہے) سیاقِ عبارت کو بھی نظر انداز کر دیا گیا۔ اور یہ سب کچھ اس اس حالت میں ہوا جب کہ ان ہی الفاظ کا ایک ایسا ترجمہ ہو سکتا تھا جو ہر اعتبار سے بائبل کے تمام دوسرے مقامات اور نیز ان تصورات یا عقائد سے جو وہ ہارونؑ کے متعلق پیش کرنا چاہتی ہے، مطابق ہو۔

آپ دیکھتے ہیں کہ ہر کتاب میں خواہ وہ کوئی ناول ہو یا تاریخ، کوئی افسانہ ہو یا کسی شخص کی سچی داستانِ حیات، کوئی مفروضہ ڈراما ہو یا کوئی "مقدس" واقعاتی نظم، افراد کا کردار ہمیشہ شروع سے آخر تک یکساں رہتا ہے اور مصنف کا قلم شعوری اور غیر شعوری طور پر اس کردار کو ابتدا ہی سے ایک ایسے سانچے میں ڈھالنا شروع کر دیتا ہے جو اس کی رائے کے مطابق ان افراد کے لئے مناسب ہوتا ہے یہ کیفیت آخر تک رہتی ہے اور مصنف کی ہر جنبشِ قلم اپنے بنائے ہوئے سانچے کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ مصنف کی رائے اور اس کے ذاتی معتقدات کا اثر افراد کے کردار پر جگہ جگہ نمایاں نہ ہو، یا یہ کہ مصنف کی نوکِ قلم افرادِ متعلقہ کو اپنی مخصوص رائے یا ذاتی عقائد کے دائرے سے منحرف ہونے دے لیکن "عہدِ عتیق" کی بالخصوص ابتدائی کتابیں (مثلاً خمسۂ موسوی وغیرہ) ایک حد تک اس کلیے سے مستثنیٰ ہیں۔ ان کتابوں میں بسا اوقات ایک ہی شے یا فرد کے متعلق متضاد قسم کے بیانات

نظر آتے ہیں جس کی وجہ سے پڑھنے والے کو اکثر ایک نتیجے پر پہنچنے میں دشواری ہوتی ہے۔ کبھی کبھی یہ تضاد اتنا نمایاں ہوتا ہے کہ واقعۂ متعلقہ ایک چیستان بن کر رہ جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ" مقدس کتابیں" جن اصل روایتوں یا (اصطلاحاً) دستاویزوں سے مرتب ہوئی ہیں ان کا تعلق مختلف قسم کے عقائد، خیالات، اور معلومات، رکھنے والے افراد یا زیادہ درست الفاظ میں مختلف " اسکولوں"[ل] سے ہے۔ اور ان مختلف " اسکولوں" کی روایات کو کسی ایک تیسرے اسکول یا اسکول کے فرد نے ایک جگہ بلا کسی امتیاز کے اکٹھا کر دیا۔ ان میں سے تین دستاویزیں زیادہ مشہور ہیں جن کو اصطلاحاً "الوہمی" (E) "یہووائی" (J) اور "کہانتی" (P) دستاویزیں[۵۲] یا روایتیں کہا جاتا ہے۔ یہ تمام روایتیں اس طرح پہلو بہ پہلو نظر آتی ہیں کہ ان کو نہ آسانی کے ساتھ ایک دوسرے سے جدا کیا جا سکتا ہے، نہ سرسری طور پر دیکھنے کے بعد کوئی شخص اس بات کا امتیاز کر سکتا ہے کہ یہ روایات مختلف العقیدہ یا مختلف الخیال لوگوں کے قلم کا نتیجہ ہیں۔

باوجود اس کے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہارون کے متعلق یہ تمام مختلف العقیدہ . . . اور مختلف المعلومات افراد یا " اسکول" ایک ہی قسم کے خیالات رکھتے تھے اور جو تقدس اور بزرگی ہمیں " الوہمی" روایات میں نظر آتی ہے وہی یہووائی اور کہانتی دستاویزوں میں ہیں۔

ہو سکتا تھا کہ ان میں سے کسی ایک دستاویز کا خیال ہارونؑ کے متعلق مختلف ہوتا مثلاً ایک دستاویز" ہارون" کے کردار کو بہت اعلیٰ حیثیت سے پیش کرتی اور ان کے تقدس اور بزرگی کو اچھی سی اچھی صورت میں نمایاں کرتی۔ اس کے مقابلے میں دوسری" دستاویز" کی روایات کچھ مختلف ہوتیں تو

ل Camb Bib P

۵۲ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل کتابیں ملاحظہ ہوں۔

1. Cambridge Bible.
2. The Divine names in genesis by john Skinner
3. Principles of Biblical criticism by J. J. Lais
4. Enay Brit
5. Creed of Christendom by. W.R. greg.

ہم کہہ سکتے تھے کہ دستاویزی اختلاف کی وجہ سے ہارونؑ کے کردار میں اس قدر تضاد ہے اور آیت کا مروجہ مفہوم صحیح ہے۔ لیکن بخلاف اس کے یہاں تمام دستاویزیں ہارونؑ کا کردار ایک ہی قسم کا پیش کر رہی ہیں اور ہر دستاویز میں یہ کردار ایک ایسا کردار ہے جو بہر طور اس آیت کے مروجہ ترجمے کی تغلیط کرتا ہے۔

یہی نہیں کہ بائبل کی ابتدائی کتابوں (یعنی خمسۂ موسوی وغیرہ) میں ہمیں ہارون کے متعلق اس قسم کے اعلیٰ خیالات ملتے ہوں بلکہ اگر دیکھئے تو پورا مجموعہ بائبل اس بات کا شاہد ہے کہ اس آیت کا یہ ترجمہ نادرست ہے، اس لئے کہ اس پورے مجموعے میں ہارونؑ۔ مقدس پیغمبر، اور کاہنِ اول کا اعمالنامہ "گوسالہ ساز ہارون" سے بالکل جدا ہے۔

خود علمائے بائبل حیران ہیں کہ کردار کے اس تضاد میں کس طرح تطابق کیا جائے۔ ہنری و اسکاٹ (Henry & Scott) نے اسی اصول کو مدِنظر رکھتے ہوئے اپنا استعجاب ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے:۔

"یہ بات خاص طور پر تعجب خیز ہے کہ ہارونؑ کو اس گناہ سے اتنا گہرا تعلق تھا کہ وہ بچھڑا بنائے اور اس کی عید کا اعلان کرے۔ کیا یہ وہی ہارونؑ ہے؟۔ خدا کا مقدس مرد، موسیٰؑ خدا کے رسول کا بھائی جو بہت اچھا بولنے والا تھا لیکن اس بت پرستی کے خلاف ایک لفظ بھی نہ نکال سکا۔

"کیا یہ وہی ہارونؑ ہے جو صرف دیکھنے والا ہی نہیں بلکہ مصر پر نزول آفات کا اور مصری دیوتاؤں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے میں سرگرم عمل رہ چکا تھا؟

"کیا عجیب بات ہے؟ کہ یہ شخص خود ہی مصر کی ترک کی ہوئی بت پرستی کا نقال ہے؟

"کیا یہ وہی ہارونؑ ہو سکتا ہے جو موسیٰؑ کے ساتھ پہاڑ پر تھا اور بخوبی واقف تھا کہ اس ذات کی کوئی تشبیہ نہیں اس کا کسی حیثیت سے بت نہیں بنایا جا سکتا؟

"کیا وہی ہارونؑ ہو سکتا ہے جس کو موسیٰؑ کی غیر موجودگی میں لوگوں کی دیکھ بھال سپرد کی گئی۔ کیا خدا کے خلاف اس بغاوت میں وہ لوگوں کو آمادہ کر کے ان کی امداد کر رہا ہے۔

"یہ کس طرح ممکن تھا کہ وہ کبھی بھی اسے گناہ ایسے بھرے ہوئے فعل کا مرتکب ہو؟" ؎۵۱

مندرجۂ بالا استعجاب کو کسی طرح بھی نادرست کہا جا سکتا ہے؟ کیا ہارونؑ کا کردار واقعی "طلائی گوسالہ" بنانے والے کی حیثیت رکھتا ہے؟

یقیناً ان سوالوں کا جواب ہماری طرف سے نفی میں ہے۔ شاید کوئی کہے کہ بہت سی مقدس ہستیاں گمراہ ہو جاتی ہیں اور ان کی "طبیعی کمزوری" قعرِ ذلت میں گرا دیتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہارونؑ پر بھی ایسا کوئی وقت آیا ہو اور یہ گناہِ عظیم ان ہی سے سرزد ہوا ہو۔ ہم اس خیال کی مخالفت نہیں کرنا چاہتے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس قسم کے افعال کا ہمیشہ ایک ردِ عمل ہوتا ہے جو اس گناہگار شخص کی مادی اور روحانی زندگی کو تباہ کر دیتا ہے۔ اور سوانح نگار کا قلم تو اس کو کبھی معاف ہی نہیں کرتا۔ اب ہارونؑ کا معاملہ ملاحظہ ہو جو اس سے بالکل مختلف ہے۔ ہارونؑ جیسے ابتدائی ایام میں خدا کے برگزیدہ اور منظورِ نظر تھے۔ بائبل کے بیانات کے مطابق اس واقعہ عظیمہ کے ظہور کے بعد بھی خدا کی نظروں میں ویسے ہی صاحبِ منزلت رہے، بلکہ عین اس حادثے کے بعد ان کے اعزاز، ان کی برگزیدگی اور ان کے تقدس میں اور اضافہ ہوا۔ خدا کی طرف سے ان کو مزید انعامات ملے نہ صرف انھیں کو بلکہ ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد کو نسل در نسل۔

ریورنڈ الفرید بیری (Rev Alfred Barry) اس بات کو ان الفاظ میں یاد دلاتے ہیں۔

> یہ بات کچھ کم قابلِ لحاظ نہیں ہے کہ اس گناہِ عظیم کے فوراً ہی بعد اور ٹھیک اس طرح گویا یہ گناہ سرزد ہی نہ ہوا تھا۔ خدا کے مضبوط انتظامی مقاصد پر ہارونؑ کی تقدیس کے ذریعہ سے جو کہانتِ عظمیٰ کے نئے عہدے سے کی گئی عملدرآمد ہوا۔" ؎۵۲

یہ کیوں؟ کیا یہ بچھڑا بنانے کا انعام تھا، یا لوگوں کو گمراہ کرنے کا صلہ یا حقیقتاً نیکوکار رہنے کے لئے خدا کی طرف سے ایک رشوت؟ کتنا حیرت انگیز بدل ہے جو اس گناہِ عظیم کا ظہور میں آیا۔

---

۵۱ Henry and Scott. PP. 210

۵۲ Smith Bib Dic PP1 (Aaron)

ایک طرف ہم بچھڑا بنانے والوں پر یہ عتابِ الٰہی دیکھتے ہیں کہ موسیٰؑ نے ان سب کا قتلِ عام کردیا، خدا نے ان پر "مری" بھیجی اور تباہ کرڈالا۔ بلکہ ایک یہودی روایت کے بموجب بنی اسرائیل پر آج تک جو مصائب نازل ہوتے ہیں ان میں گوسالہ طلائی کے بنانے کا انتقامِ الٰہی ہنوز شامل ہوتا ہے[۵۱] گویا بنانے والوں کی نسل درنسل اس گناہ کی مجرم قرار دی گئی۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ عین اس گناہِ عظیم کے بعد ہارونؑ اور نہ صرف ہارونؑ بلکہ اولاد اور ان کی نسل پر وہ ابدی رحمت نازل کی گئی جو موسیٰؑ کی نسل کو بھی میسر نہ ہو سکی۔

کیا ان تمام شواہد کے باوجود یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ خروج کے ۳۲ ویں باب کی چوتھی آیت کا مروجہ مفہوم ہارونؑ کے واقعاتِ زندگی سے مطابقت رکھتا ہے؟ کیا اس آیت کے لکھنے والے کے تصور میں کبھی بھی یہ مفہوم آسکتا تھا؟ کیا مصنفین بائبل کے عقائد ہمیں اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ ہم اس آیت کا مروجہ مفہوم قبول کرلیں۔

مصنفین کے ذاتی عقائد اور مخصوص مسلمات و معلومات کے ماتحت قدیم کتابوں کو جانچنے کا طریقہ نیا یا ہمارا اختراع نہیں بلکہ بہت متداول اصول ہے جب کسی قدیم کتاب میں ہمیں کوئی عبارت ایسی نظر آتی ہے جو مصنف کے ذاتی معلومات یا عقائد یا اس زمانے کے ماحول سے مطابقت نہیں رکھتی تو بالعموم اتنے ٹکڑے کو ہم الحاقی اور کسی زمانۂ مابعد کے شخص کا اضافہ قرار دیتے ہیں مثلاً جوزیفس مشہور یہودی مصنف کی کتاب میں جس کو مسیح کا معاصر سمجھا جاتا ہے ایک ایسی عبارت ملتی ہے جس میں مسیح کے متعلق اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے جو ایک یہودی کے معتقدات سے بظاہر بعید معلوم ہوتے ہیں صرف اس بنیاد پر کہ ایک یہودی کے قلم سے اس قسم کے الفاظ نہیں نکل سکتے تھے، اہلِ نظر علماء کے نزدیک یہ ٹکڑا الحاقی ہے[۵۲] اور کسی خوش عقیدہ مسیحی کا ایک عابدانہ فعل سمجھا جاتا ہے۔ اسی ایک مثال کو پیشِ نظر رکھ کر غور فرمائیے کہ آیت کا مروجہ مفہوم کیوں مسترد نہیں کیا جا سکتا؟

---

۵۱ J. Sanhedrin . PP. 325 (Talmud)

۵۲ Friedrich Loofs P. 24.25.26.

یہاں ہم ایک یہودی روایت نقل کرتے ہیں جس سے یہ اندازہ ہوسکیگا کہ یہودی ربیون کے تصورات میں بھی یہ ترجمہ نہیں تھا۔

سوال:۔ "ہارونؑ موسیٰؑ سے بڑے تھے اور خداوند ہارونؑ سے بزرگتر ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ خدا ہارونؑ سے ہمکلام نہ ہوا۔

جواب:۔ اس لئے کہ ہارونؑ کے دوسرے بیٹے "ندب" اور "ابیہوہ" کو گناہ سے نہ روک سکے۔"[۵۲]

اب ملاحظہ فرمائیے کہ خدا سے ہمکلامی کا شرف نہ حاصل ہونے کی وجہ یہ ظاہر کی گئی کہ ہارون کے دوسرے بیٹے "ندب" اور "ابیہوہ" کے مقابلہ میں "نہی عن المنکر" کا فرض جو ان کے ذمے عائد تھا پورا نہ کرسکے گویا "ہارون" نے یہ نقصان صرف بیٹوں کی کمزوری سے اٹھایا۔

کیا یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس عالم کے پیشِ نظر آیت کا مروجہ مفہوم تھا؟ میرے نزدیک اگر یہ مفہوم اس کے سامنے ہوتا تو اس قدر دور از کار تاویل پیش کرنے کی بجائے شاید اس آیت کو پیش کرنا زیادہ سہل اور مفید مطلب تھا۔

ان حقائق کے باوجود بار بار یہ بات دل میں کھٹکتی ہے کہ جب بائبل میں کوئی مقام ایسا موجود ہی نہیں جس سے ہارونؑ کا گوسالہ ساز ہونا پایا جاتا ہو تو پھر ایک جماعتِ کثیر کا یہ عقیدہ کس طرح تھا۔ اور کس طرح انھوں نے یہ یقین کرلیا کہ ہارونؑ اس گناہِ عظیم کے مرتکب ہوئے تھے؟ کوئی قطعی ثبوت تو فی الحال موجود نہیں۔ البتہ قیاس چاہتا ہے کہ اس عقیدے کی بنیاد چوتھی آیت کے اسی غلط ترجمے میں مضمر ہے یا بالفاظِ دیگر اس عقیدے کی تاسیس اسی عہد سے تعلق رکھتی ہے جس عہد میں بائبل کے تراجم دوسری زبانوں میں ہونا شروع ہوئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی اہم مترجم نے ضمیروں کو غلط[۵۳] استعمال کرکے اس عقیدے

سلہ[۵۱] "ندب" اور "ابیہوہ" بھی دونوں ہارون ہی کے لڑکے تھے۔ ان کا گناہ یہ تھا کہ انھوں نے خداوند کے روبرو "اجنبی آگ" پیش کی تھی۔ (احبار ۱۰: ۱، ۲)

Josephtha aboth of R. Nathan (Talmud) Vol. I (IX) P. 125 سلہ[۵۲]

سلہ[۵۳] یہاں قدیم مترجمین بائبل کی دو ایک غلطیاں مثال میں پیش کی جاتی ہیں جو صرف اعراب کے غلط استعمال یا کسی مشابہ حرف کو غلط پڑھنے کا نتیجہ ہیں: پیدائش ۱۵: ۱۱ کا عبرانی متن اس طرح ہے:۔

کی ابتدا غیر شعوری طور پر کی اور آہستہ آہستہ لوگوں کے دماغ متاثر ہوتے چلے گئے۔

اس قیاس کو ایک گونہ تقویت جوزیفس کی تاریخ سے ملتی ہے جو اس نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ بائبل کو پیشِ نظر رکھ کر لکھی ہے اور اس اعتبار سے گویا یہ بائبل کی ایک قدیم تفسیر ہے۔ تعجب یہ ہے کہ اس کتاب میں (خلافِ عادت) خروج کا ۲۲ واں باب بالکل حذف کر دیا گیا ہے گویا کہ یہ باب اس کی نظر کے گذرا ہی نہیں! اب تو یہ ہو نہیں سکتا کہ جوزیفس کے زمانے میں یہ باب توریت کے اندر موجود ہی نہیں ہو — اسپٹواجنٹ ترجمہ جو اس کے عہد سے بہت پہلے ہو چکا تھا اور خود اس کے استعمال میں تھا اس باب کی موجودگی کا شاہد ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس مصنف نے پورے واقعہ کو نظر انداز کر دیا۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جوزیفس اس ترجمہ کے مفہوم سے متفق نہیں تھا اور اس کی رائے میں اس باب کا ترجمہ خواہ اس کے عقیدے کے اعتبار سے خواہ کسی دوسری وجہ سے مشکوک اور غلط تھا — قیاس چاہتا ہے کہ شاید اسی بنیاد پر اس نے پورے واقعے کو نظر انداز کر دیا، یا یوں سمجھئے کہ مزید تحقیق کی غرض سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵ سے) "تب شکاری پرندے ان لاشوں پر اترے پھر ابرام نے انھیں ہانکا"

سینٹ جیروم (ST gerom) نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اسپٹواجنٹ ترجمے میں اعراب کے غلط استعمال کی وجہ سے آیت کے آخری حصے کے معنی بالکل بدل گئے۔ یعنی بجائے ابرام نے انھیں ہانکا" کے ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے "ابرام ان کے ساتھ بیٹھ گیا" یہ غلطی صرف اس بنا پر ہوئی کہ مترجمین نے (وَ یَ شِ بُ تَ م) کی بجائے (وَ یِ شِ ب ا تَ م) پڑھا۔ (Paterson PP. 8)

اسی اسپٹواجنٹ ترجمے کی ایک دوسری غلطی ملاحظہ ہو جو صرف حرف (ر) کو (د) پڑھنے کا نتیجہ ہے:

۱۔ سموئیل ۱۹: ۱۳ کا (جہاں یہ دکھایا گیا ہے کہ میکال نے اپنے شوہر داؤد کو ساؤل کے ہاتھ سے بچ نکلنے میں کس طرح مدد کی) عبرانی متن اس طرح ہے: "اور میکال نے بت لیکے پلنگ پر لٹا رکھا اور ایک بکری کے بالوں کا تکیہ اس کے سرہانے رکھا اور اوپر سے چادر اڑھا دی۔

اسپٹواجنٹ کے مترجم نے لفظ (کبر) کو (کبد) پڑھ کر اس کا ترجمہ اس طرح کیا کہ "میکال نے اس کے سرہانے بکری کا جگر رکھا (Paterson PP. 17.)

چونکہ جوزیفس کے پیشِ نظر اسپٹواجنٹ ہی ترجمہ تھا اس لئے اس نے اس واقعے کو اسی طرح لکھا ہے بلکہ قدرتی طور پر اس کو اتنا اور اضافہ کرنا پڑا کہ بکری کے جگر کے کودنے کی وجہ سے بستر میں ایسی حرکت پیدا ہوتی تھی جیسے کوئی سانس لیتا ہو۔ (Josp Ant VI. 11: 4.)

اس جگہ اس نے "بیاض" چھوڑ دی۔ اگر ہمارا یہ قیاس ٹھیک ہے تو جوزیفس کے اس "باب" کو ترک کرنے کے ایک معنیٰ یہ بھی ہوتے ہیں کہ اس عہد کے دوسرے اکابر علما بھی مروجہ ترجمے سے غیر مطمئن تھے چنانچہ ہمارے پاس اس بات کی دستاویزی شہادت موجود ہے کہ جوزیفس کے عہد یا اس سے کچھ بعد تک بھی آیت کا مروجہ مفہوم بہت سے بڑے بڑے دینداروں کو تسلیم نہیں تھا۔ مثلاً سینٹ اسٹیفنس کا بیان جو ہم چوتھی آیت کے ذیل میں نقل کر چکے اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اس سے صاف طور پر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ یا تو خود سینٹ اسٹیفنس یا کتاب اعمال کا مصنف اس آیت کے مروجہ مفہوم کو تسلیم نہیں کرتا تھا ——— سینٹ پال کے خط سے بھی جس کا ذکر آپ چھٹی آیت کے ذیل میں پڑھ چکے ہیں یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بھی چوتھی آیت کا مروجہ مفہوم صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ ورنہ وہ پوری چھٹی آیت کو بت پرستوں سے متعلق کرتے

ان تمام شواہد سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ سنہ عیسوی کی ابتدائی صدیوں میں اگر ایک طرف مروجہ مفہوم کا ترجمہ پایا جاتا تھا تو دوسری طرف ایسے علمار بھی موجود تھے جو اس ترجمے کو تسلیم یا قبول کرنے کو تیار نہ تھے۔

آخر میں لیکن بہت ہی زیادہ اہم شہادت ہمارے پاس خود قرآن کی ہے۔ جس سے یہ اندازہ ہوتا ہی کہ بائبل کا قدیم عربی ترجمہ جو عہدِ رسالت میں حجاز کے رہنے والے یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس ہوگا آیت کے مروجہ مفہوم سے خالی تھا اور عرب کے نہ صرف یہودی بلکہ عیسائی بھی ہرگز کسی ایسے مفہوم کو قبول نہیں کرتے تھے جو ہارونؑ کو اس گناہ کا ذمہ دار قرار دیتا ہو۔ ورنہ یہ بات شاید محال تھی کہ قرآن اس واقعے کو بلا کسی اختلافی اشارے کے نقل کرتا۔ بالفرض اگر قرآن کو اس عقیدے کی اصلاح متصور ہوتی تو وہ اول یہ بتاتا کہ یہودیوں یا عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے اور اصل واقعہ اس طرح گذرا جیسا کہ تعداد اصحابِ کہف یا شہادتِ مسیح میں کیا گیا ہے۔